ماہنامہ
دختران اسلام
لاہور
جنوری 2025ء
MINHAJ UL QURAN
WOMEN LEAGUE
A Beacon of spiritual and Intellectual
Transformation for Women across the Globe
37th
5th JAN
1988-2025
FOUNDATION DAY
MINHAJ-UL-QURAN WOMEN LEAGUE
عزم و استقامت اور خدمت دین کے 37 سال

چیئرمین سپریم کونسل ڈاکٹر حسن محی الدین قادری کی زیر صدارت منہاج القرآن ویمن لیگ کی ایگزیکٹو ٹیم کا مشاورتی اجلاس

بہن بھائی کا رشتہ انمول اور بے مثال ہے۔ رشتوں کی قدر کریں اور انہیں ہرگز نہ توڑیں۔
منہاج کالج برائے خواتین میں منہاج القرآن ویمن لیگ پاکستان کی صدر ڈاکٹر فرح ناز کا خطاب

مراکز علم: مرکزی کلاس (نشست دوئم اور سوئم کی تصویری جھلکیاں) معلمہ: ڈاکٹر فرح ناز
موضوع 1: سنت رسول ﷺ میں زندگی اور بقا ہے موضوع 2: ہماری صبح کا آغاز: خواتین کی اہم ترین ذمہ داری

خواتین میں بیداریٔ شعور و آگہی کیلئے کوشاں
ماہنامہ دخترانِ اسلام لاہور
جلد: 32 شمارہ: 1 / رجب المرجب ۱۴۴۶ھ / جنوری 2025ء

زیرِ سرپرستی بیگم رفعت جبین قادری
چیف ایڈیٹر قرۃ العین فاطمہ

فہرس

اداریہ (التربیۃ کیمپ 2024ء سے فکر انگیز خطاب)		06
خطاب خدا کو کیوں مانیں؟ اور مذہب کو کیوں اپنائیں؟	مرتبہ: ثناء وحید	08
اسلام میں اولاد کی تربیت	ڈاکٹر شفاقت علی بغدادی	20
توحید اور وجودِ باری تعالیٰ	ڈاکٹر فرح ناز	29
منہاج القرآن ویمن لیگ کی نہجِ حیات	مرتبہ: ثناء وحید	37
اسلامی تعلیمات اور سالِ نو	سمیہ اسلام	42
عقیدہ آخرت اور فکرِ احتساب	سعدیہ کریم	46
لباس، جدت اور ترقی؟	صدف مقبول	53
سید علی بن عثمانؒ کا تعارف	عائشہ صدیقہ	58
موبائل فون کا بڑھتا ہوا استعمال۔ مضمرات اور سدِّ باب	آمنہ خالد	66
الفیوضات المحمدیہ		75
The Al-Rushd Camp	رپورٹ: جویریہ وحید	76

ایڈیٹر
ثناء وحید
ڈپٹی ایڈیٹر
نازیہ عبد الستار
مجلس مشاورت
نور اللہ صدیقی، ڈاکٹر فوزیہ سلطانہ
ڈاکٹر نبیلہ اسحاق، ڈاکٹر شاہدہ مغل
ڈاکٹر فرخ سہیل، ڈاکٹر سعدیہ نصر اللہ
مسز فریدہ سجاد، مسز فرح ناز
مسز حلیمہ سعدیہ، مسز راضیہ نوید
سدرہ کرامت، مسز رافعہ علی
ڈاکٹر زیب النساء سرویا، ڈاکٹر نورین روبی
رائٹرز فورم
آسیہ سیف، سعدیہ کریم، جویریہ سحر ش
جویریہ وحید، ماریہ عروج، سُمیّہ اسلام
کمپیوٹر آپریٹر: محمد اشفاق انجم گرافکس: عبد السلام
فوٹوگرافی
قاضی محمود الاسلام

مجلہ دخترانِ اسلام میں آنے والے جملہ پرائیویٹ اشتہار خلوص نیت سے شائع کیے جاتے ہیں
ادارہ کی کسی کاروبار میں شراکت ہے اور نہ ہی ادارہ فریقین کے درمیان کسی بھی قسم کے لین دین کا ذمہ دار ہو گا

بدلِ اشتراک
قیمت فی شارہ -/60 روپے
آسٹریلیا، کینیڈا، مشرقِ بعید، امریکہ 15 ڈالر
مشرقِ وسطیٰ، جنوب مشرقی ایشیا، یورپ، افریقہ 12 ڈالر
سالانہ خریداری -/700 روپے

رابطہ: ماہنامہ دخترانِ اسلام 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور فون نمبرز: 3-042-5169111 فیکس نمبر: 042-35168184
Visit us on: www.minhaj.info | E-mail:sisters@minhaj.org

فرمان الٰہی

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ. فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ .اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ.

(النحل،١٦: ٩٧-٩٩)

”جو کوئی نیک عمل کرے (خواہ) مرد ہو یا عورت جب کہ وہ مومن ہو تو ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی کے ساتھ زندہ رکھیں گے، اور انہیں ضرور ان کا اجر (بھی) عطا فرمائیں گے ان اچھے اعمال کے عوض جو وہ انجام دیتے تھے۔ سو جب آپ قرآن پڑھنے لگیں تو شیطان مردود (کی وسوسہ اندازیوں) سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کریں۔ بے شک اسے ان لوگوں پر کچھ (بھی) غلبہ حاصل نہیں ہے جو ایمان لائے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔“

فرمان نبوی ﷺ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، سَوُّوْا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ فِي الْعَطِيَّةِ، فَلَوْ كُنْتُ مُفَضِّلاً أَحَدًا لَفَضَّلْتُ النِّسَاءَ. رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ وَالْبَيهَقِيُّ ذَكَرَهُ الْبُخَارِيُّ فِي التَّرْجَمَةِ مُخْتَصَرًا.

”حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تحائف کی تقسیم میں اپنی اولاد میں برابری رکھو اور اگر میں کسی کو کسی پر فضیلت دیتا تو عورتوں کو (یعنی بیٹیوں کو بیٹوں پر) فضیلت دیتا۔“

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رضي الله عنهما أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: الدُّنْيَا مَتَاعٌ وَخَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَالنَّسَائِيُّ.

”حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: دنیا ساز و سامان کی جگہ ہے اور اس دنیا کا بہترین سرمایہ (و دولت) نیک عورت ہے۔“

(المنہاج السوی من الحدیث النبوی ﷺ، ص ۷۹۵، ۸۰۴)

خواب

وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ
اُسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوزِ دُروں
شرف میں بڑھ کے ثریّا سے مشتِ خاک اس کی
کہ ہر شرف ہے اسی دُرج کا دُرِ مکنوں
مکالماتِ فلاطُوں نہ لکھ سکی، لیکن
اسی کے شعلے سے ٹوٹا شرارِ افلاطُوں

تعبیر

”آپ کے پاس اس سے بھی بڑی کامیابی کی کنجی ہے۔ وہ کنجی ہے آپ کی آئندہ نسل۔ اپنے بچوں کی اس طرح تربیت کیجئے کہ وہ پاکستان کے قابلِ فخر شہری اور موزوں سپاہی بن سکیں۔ آپ نے پاکستان کیلئے بہت سی قربانیاں دی ہیں، اس پاکستان کیلئے جسے اب ساری دنیا ایک مسلمہ حقیقت تسلیم کرچکی ہے۔ بس ایک قدم اور آگے بڑھانا ہے۔ وہ وقت دور نہیں جب ساری دنیا کی قومیں پاکستان کی تعریف و توصیف کریں گی۔ انشاء اللہ۔“ (مسلم لیگ کے شعبہ خواتین سے خطاب، کراچی 6 فروری 1948ء)

تکمیل

خواتین کی تعلیم و تربیت کرنا سنتِ مصطفیٰ ﷺ ہے۔ پورے عہدِ نبوی میں حضور نبی اکرم ﷺ اور امہاتِ المومنین و داعیہ صحابیات کی طرف سے خواتین کی تعلیم و تربیت کی گئی۔ اگر معاشرے کے اخلاقی بگاڑ کو درست کرنا ہے تو پھر عورت کو تعلیم کے ساتھ تربیت دینا ہوگی اور اس کے اسلام کے داعیہ والے کردار کا احیاء کرنا ہوگا۔ مصطفوی تعلیمات و اخلاق سے آراستہ داعیہ ماں ایک گھر نہیں بلکہ پوری سوسائٹی کے لیے باعثِ خیر و ثمرات ہوتی ہے۔ انھوں نے کہا کہ عورت کو کچن یا گھر کی چار دیواری میں بند رکھنے کے رویوں کا اسلام کی تعلیمات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ عورتیں مردوں کی طرح فرائض، جدوجہد اور اجر و ثواب میں برابر ہیں۔ (التربیہ کیمپ 2023ء سے خطاب)

اداریہ

التربیۃ کیمپ 2024 سے فکر انگیز خطاب

چیئرمین سپریم کونسل ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے منہاج ویمن لیگ کے دوروزہ تربیتی کیمپ التربیۃ 2024 کے دوسرے اور آخری روز ”سنگت اور رفاقت“ کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے کہا کہ روزِ قیامت دنیا کے دوست، احباب، رشتہ دار ایک دوسرے کو نہیں پہچانیں گے، کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا سوائے دنیا کی اُن سنگتوں کے جو پرہیزگار اور نیک لوگوں کے ساتھ تھیں۔

انہوں نے کہا کہ یہ قرآن کا اعلان ہے کہ متقین، صالحین، اہل اللہ اور اللہ کے برگزیدہ اور انعام یافتگان کی سنگت و صحبت میں رہو گے تو یہ صحبتیں، نسبتیں اور رفاقتیں قیامت کے دن تمہارے کام بھی آئیں گی اور تمہارے لیے نفع بخش بھی ثابت ہوں گی۔

چیئرمین سپریم کونسل نے سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا ایک قول بیان کرتے ہوئے کہا کہ آپ نے فرمایا: ”دو مؤمن افراد بھی آپس میں دوست ہوتے ہیں اور دو کافر افراد بھی آپس میں دوست ہوتے ہیں۔“ اس کی تشریح بیان کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ دو مؤمن دوستوں میں سے ایک مؤمن دوست کا اچانک انتقال ہو جاتا ہے اور اُسے جنت کی بشارت دے دی جاتی ہے۔

وہ شخص جنت میں جا کر اپنے دوست کو یاد کرتا ہے اور اللہ کے حضور دعا کرتا ہے کہ یا اللہ میرا فلاں دوست مجھے تیری اور تیرے رسول ﷺ کی اطاعت اور خیر کے کاموں کی تحریک دیا کرتا تھا، مجھے نافرمانی اور برائی سے بچنے کی تلقین کیا کرتا تھا۔ یا اللہ، میرا یہ دوست دنیا میں بھٹک نہ جائے تو اُسے

ہدایت پر رکھ اور جنت میں جو مقام تو نے مجھے عطا کیا ہے وہی مقام میرے دوست کو بھی عطا کرنا اور اُس سے راضی ہو جانا۔ پھر جب اُس دوست کی وفات ہو جاتی ہے تو اُسے جنتی دوست کی دعا کی برکت سے جنت میں داخل کر دیا جاتا ہے۔

اور جب دونوں دوستوں کو جنت میں ملا دیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے یہ پیغام دیا جاتا ہے کہ: یہ دونوں روحیں جیسے دنیا میں رہا کرتی تھیں، یہاں بھی ایسے ہی ان دونوں کو جوڑ دیا جائے۔ پھر وہ دونوں ایک دوسرے سے کہیں گے: کتنے اچھے بھائی تھے تم، کتنے اچھے دوست تھے تم۔ تمہاری سنگت ملی تو میں اِن برکتوں اور نعمتوں کا مستحق ٹھہرا دیا گیا۔

ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے دوستی، رفاقت اور سنگت کے موضوع پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے مزید کہا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: اے لوگو! جب بھی تم کسی کی صحبت و رفاقت اختیار کرنے لگو تو پہلے (تحقیق کر لو کہ) وہ مؤمن ہے اور تم اپنے دستر خوان پر صرف متقی و پرہیز گار کو بُلایا کرو۔

انہوں نے کہا کہ صالح دوست کی دوستی دنیا میں بھی نفع بخش ہوتی ہے اور آخرت میں بھی نفع بخش ہوتی ہے اور برے کی دوستی یہاں بھی برائی کا سبب بنتی ہے اور قیامت کے روز بھی مصائب و تکالیف لاتی ہے۔

انہوں نے تربیتی سیشن میں شریک خواتین بہنوں کو نصیحت کی کہ ہمیشہ اچھی صحبتیں اچھی سنگتیں اختیار کریں اور پاکیزہ صحبتوں کو اپنے لیے توشہ آخرت بنائیں۔ منہاج القرآن اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ دلوں کو جوڑنے کی تحریک ہے، شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری دامت برکاتہم العالیہ نے ہمیشہ اپنے رفقائے کار، کارکنان، وابستگان، ذمہ داران کو ایک ہی تعلیم دی کہ اپنے دلوں کو عشق مصطفی ﷺ کی روشنی سے چمکدار بناؤ۔ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی محبت سے منور آباد کرو۔ انہوں نے کہا کہ کفر والحاد اور لادینیت کے آج کے پر فتن دور میں شیخ الاسلام امت کے نوجوانوں، ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کے ایمان و اعتقادات کی حفاظت فرما رہے ہیں، کبھی شہر اعتکاف میں حکمت و نصیحت سے مزین اپنے خطابات کی صورت میں کبھی عالمی میلاد کانفرنس کے عشق و مستی میں ڈوبے ہوئے بیانات کی صورت میں۔ کبھی الھدایہ اور التربیۃ کے کیمپس کے ذریعے اور کبھی ختم الصحیح البخاری کے فکر انگیز ایمان افروز خطابات کے ذریعے، کبھی سید الشہداء پیغامِ امام حسین کانفرنس کے ذریعے، کبھی ''الصحبہ''، ''النصیحہ''، اور ''التزکیہ'' کے ذریعے۔ اللہ رب العزت ہم سب کو اس مبارک اور پاکیزہ صحبت اور سنگت سے ہمیشہ جوڑ کر رکھے۔ (چیف ایڈیٹر: ماہنامہ دختران اسلام)

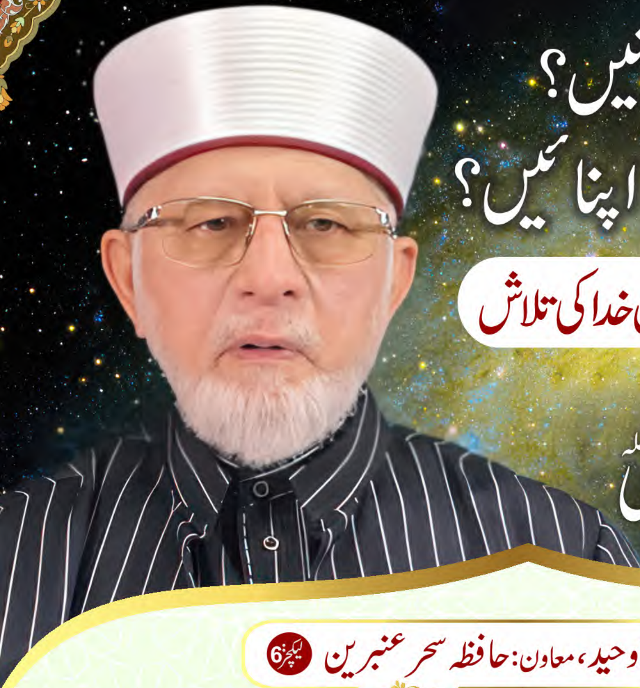

خدا کو کیوں مانیں؟ اور مذہب کو کیوں اپنائیں؟

کہکشاؤں بھری کائنات میں خدا کی تلاش

خصوصی خطاب

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ

ترتیب و تدوین: ثناء وحید، معاون: حافظہ سحر عنبرین لیکچر 6

سورہ فصلت میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَ فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ؕ اَوَ لَمْ یَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ۔ (فصلت، ۴۱: ۵۳)

ہم عنقریب انہیں اپنی نشانیاں اَطراف عالم میں اور خود اُن کی ذاتوں میں دِکھا دیں گے یہاں تک کہ اُن پر ظاہر ہو جائے گا کہ وہی حق ہے۔ کیا آپ کا رب (آپ کی حقانیت کی تصدیق کے لئے) کافی نہیں ہے کہ وہی ہر چیز پر گواہ (بھی) ہے O

انفس و آفاق پر تدبر سے خدا تک رسائی

قرآن مجید کا یہ دعویٰ ہے کہ ہم انسان کو اس کی اپنی ذات کے اندر اپنی نشانیاں دکھا دیں کہ اس سے انکارِ خدا کے سارے راستے بند ہو جائیں گے۔ قرآن مجید کی اس پیشن گوئی سے لگتا ہے کہ جو کوئی بھی شخص ایمانداری سے اپنے اندر ہی کائنات اور سماوی کائنات میں غور کرے گا وہ اللہ پر ایمان لائے بغیر نہیں رہ سکے گا۔

گذشتہ نشست میں ہم نے خلیے کی اندرونی کائنات کا ذکر کیا اور آج کی گفتگو میں بیرونی کائنات میں اللہ رب العزت کی بکھری ہوئی نشانیوں کا تذکرہ کریں گے۔

ایمان دہریت اور لامذہبیت کا پسِ منظر

انکارِ خدا، الحاد، دہریت یا لامذہبیت یہ جو لہر ہے یہ تقریباً ۲ سو سال پہلے مغرب میں چلی تھی۔ مذہب کے خلاف اور خدا کے وجود کے انکار پر مبنی اور مذہب کے انکار پر مبنی ایک فکری لہر ۲ سے اڑھائی سو سال پہلے شروع ہوئی۔ اس میں اسلام کا کوئی عمل دخل نہیں تھا۔ یہ ایک ردعمل تھا مغربی دنیا کا جن کا origin برطانیہ اور یورپ تھا یہ اس زمانے کی بات ہے جب امریکہ اور نارتھ امریکہ دریافت ہی نہیں ہوئے تھے۔ یہاں پر لوگ یورپ اور برطانیہ سے آکر آباد ہوئے۔ اسی لئے امریکہ اور کینیڈا میں انگلش زبان رائج ہے۔ اور دوسرے نمبر پر فرنچ زبان بولی جاتی ہے۔ صدیوں سے یورپ میں ریاست اور چرچ کا گٹھ جوڑ تھا۔ جو وہاں کے بادشاہ تھے انہیں جنگوں اور فتوحات کی ضرورت ہوتی تھی اور اس کیلئے افواج کی وجہ سے انہیں چرچ کی ضرورت ہوتی ہے۔ انہیں جب بھی کہیں حملہ کرنا ہوتا تو وہ جوشیلے کارکنوں اور فوجیوں کیلئے چرچ کو استعمال کرتے تھے۔ اور جب چرچ involve ہوتا تھا تو وہ اس کو HOLY WAR مقدس جنگ (جہاد) کا نام دیتے تھے۔ یہ حقیقت یورپین تاریخ میں موجود ہے۔ اس زمانے میں مذہب سے مراد عیسائیت تھی۔ چرچ کے سربراہان دنیا کے سامنے خود کو اس طرح پیش کرتے تھے جیسے وہ خدا کے نمائندے ہوں کہ جو حکم وہ دے دیں تو سب سمجھیں کہ وہ جیسے خدا کا حکم ہے۔ اس طرح کے مذہبی رویے اسلام کی آمد سے پہلے بھی تھے۔ اور وہ اس طرح سے کرتے تھے کہ جو کوئی ان سے اختلاف کرتا تھا وہ اسے کافر قرار دے دیتے تھے۔ ہر سطح پہ جب ایک مذہبی رہنما مذہب کو اپنے مفاد اور دنیا کیلئے استعمال کرتا ہے تو اس کیلئے اسے بہت سے مفروضات اپنے پاس گھڑنے پڑتے ہیں۔ یہ رویے جس زمانے میں بھی رہے اس زمانے میں اہل شعور طبقہ باغی رہا۔ کچھ لوگ تو یہ سب اپنے مفاد کیلئے کرتے ہیں اور کچھ لوگ سوشل میڈیا پر ویوز کیلئے اور پیسہ کمانے کیلئے کرتے ہیں کیونکہ جتنے ویوز بڑھتے ہیں اتنے ہی اشتہارات آتے ہیں۔ اور جو نمائندے مذہب پر سنجیدہ بات کرتے ہیں اُن کو ویوز نہیں ملتے۔ افسوس! اس دور میں سچ کے خریدار بہت کم ہیں، سب یہ دیکھتے ہیں کہ پسند ناپسند کا کیسا ماحول ہے اس کے مطابق سودا بنا لیتے ہیں۔ آج کے دور میں اگر آپ اچھائی، خوش خلقی کی بات کریں تو سوشل میڈیا پر ویوز نہیں ملتے اسی وجہ سے آج کے نوجوان سچ کی فکر نہیں کرتے اور خبر بنانے کیلئے حق اور سچ پہنچانے کی فکر نہیں کرتے۔ وہ گالیاں دیتے ہیں اور لوگ اس کو تفریح (entertainment) سمجھ لیتے ہیں جس سے ان کو ویوز ملتے ہیں اور وہ اس سے پیسہ کماتے ہیں۔

یورپ کے قدیم زمانے میں چرچ کے لوگ یہ بات برداشت نہیں کرتے تھے کہ کوئی ان کی بات

کو رد یا چیلنج کرے اس وجہ سے انہوں نے ہمیشہ سائنس کو دبا کر رکھا۔ یورپ میں ۱۰۰۰ سال تک سائنس کو دبا کر رکھا گیا۔ اس زمانے میں تحقیقات کو facilitate نہیں کیا تاکہ چرچ کو چیلنج نہ کیا جا سکے۔ اور ان ۱۰۰۰ سال کو یورپ میں dark ages کہتے ہیں کیونکہ اس میں سائنس کو تقویت نہیں دی گئی تھی۔ ریاست کو سائنس کی ضرورت نہیں تھی اس کو پاور کی ضرورت تھی۔ گیلیلو خود منکر خدا اور منکر مذہب نہیں تھا لیکن سائنس دان تھا اس کی جب کتب سامنے آئیں تو اس کو گھر میں نظر بند کیا گیا اور وہیں اس کی وفات ہوئی۔ اس کے علاوہ کسی اور کی بھی کتب آتیں تو وہ بھی بین ہو جاتیں تھیں۔ بالآخر یہ جنگ چلتی رہی اور سائنس جیت گئی۔ لیکن سائنس اس لئے جیتی کیونکہ ریاست کو اب چرچ کی ضرورت نہیں رہی تھی وہ طاقت ور ہو گئے تھے۔ سیاست کسی کی وفادار نہیں ہوتی، سیاست صرف اور صرف اپنے مفاد کی ذمہ دار ہوتی ہے۔ اس کا مفاد اگر رحمان سے ہو تو وہ رحمان کا نام جپتی ہے اور اگر شیطان سے ہو تو شیطان شیطان کرتی ہے۔ یورپ میں جب ریاست طاقتور ہو گئی تو اس نے چرچ کو کمزور کرنے کی کوشش کی اور کوشش کی گئی کہ ان چرچ کو بند کر دیا جائے۔ اور اس دوران سائنس کو موقع ملا کہ وہ ترقی کرے۔ چرچ جب کمزور ہوا تو کئی سائنس دان مذہب کے خلاف ہو گئے، وہ صرف خدا کے خلاف نہیں ہوئے بلکہ وہ چرچ کے بھی خلاف ہو گئے اور نفرت اس قدر بڑھ گئی تھی کہ جب انتقام پر آئے تو صرف چرچ اور مذہب کا انکار ہی نہیں کیا بلکہ جس خدا کے وہ خود کو نمائندے کہتے تھے اس کا بھی انکار کیا۔

۲ سو سال پہلے جب سائنس طاقتور ہوئی تو ریاست نے سائنس سے اتحاد کیا اور چرچ کی دشمن بن گئی اور اس کو سنڈے سروسز کیلئے چار دیواری میں بند کر دیا۔ ڈنمارک، ناروے جائیں تو دیکھنے کو ملتا ہے کہ ان ممالک میں ایک ایک گلی میں ۲، ۲ چرچ بھی ہیں لیکن اس طرح کے ہوتے ہیں کہ ان کی طرف کوئی نہیں جاتا۔ دراصل یہ سائنس کا انتقام تھا کہ اس نے مذہب اور دین کا انکار کیا اور ان چرچ کے راہنماؤں کا بھی جو خود کو خدا کا نمائندہ کہتے تھے اور پھر اس خدا کا بھی۔ ان کے دین (عیسائیت) میں من گھڑت تصورات تھے جو کہ غیر سائنسی تھے اور ان تصورات کو سائنس کی مدد حاصل نہیں تھی اور ان مذہبی کتب میں ایسی باتیں نہیں تھی جو سائنس کو بھی سپورٹ کر سکیں۔ ذہن نشین کر لیں کہ روئے زمین پر زندہ مذہب صرف اور صرف اسلام ہے۔ اسلام میں کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔ جب تاریخ یورپ میں مذہب کا تذکرہ کر کے پڑھایا جاتا ہے تو جان لیں کہ وہ اسلام نہیں ہے۔ جب جدید علم جیتا اور مذہب کو شکست ہوئی تو سائنس کے خلاف ایک تحریک کا آغاز ہوا تو اس میں اسلام کا کوئی عمل دخل نہیں تھا۔ یورپ میں dark ages کے زمانے میں بھی اسلام نور پھیلا رہا تھا تو یہ عرصہ اسلام کیلئے

dark صدیاں نہیں تھیں۔ جب یورپ تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا اور سائنس کو بین کیا ہوا تھا اس زمانے میں اسلام ساری دنیا کو سائنس عطا کر رہا تھا۔ اسلام کی تاریخ میں مذہب سائنس کو سپورٹ کرتا ہے۔ اسلام میں جو حضور ﷺ پر پہلی وحی اتری اس کی آیات بھی علم اور سائنس پر مشتمل تھیں۔ پہلی وحی science of embryology پہ اتری ہے۔ جو کہ سورہ العلق میں ہے۔

سائنسی علوم میں مسلمان سائنسدانوں کی خدمات

جس اسلام کی پہلی وحی علم اور اسلام پر مشتمل ہو تو وہ دین کیسے سائنس کو روک سکتا ہے۔

History of the Arab ایک معروف کتاب ہے جس میں پروفیسر ہٹی بیان کرتے ہیں کہ ان کے زمانے میں چونکہ سائنس ترقی کر رہی تھی تو اس زمانے میں جو سیارے دریافت ہوئے ان کے نام بھی مسلم سائنسدانوں کے نام پہ رکھے گئے۔ پروفیسر ہٹی نے لکھا ہے کہ عرب کے مسلمان سائنسدانوں نے میڈیسن کا علم یورپ و برطانیہ اور قسطنطنیہ تک پہنچا۔

ابوالقاسم الزہراوی کی کتاب التصریف اور باقی سائنسدانوں کی کتب ٹیکسٹ بک کے طور پر یورپ میں پڑھائی جاتی تھیں اور یہ اس زمانے میں لکھی گئی تھیں جب یورپ تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس زمانے میں مسلمان سائنس دان مشکل سائنس پر کام کر رہے تھے۔

جابر بن حیان کیمسٹری کے بانی تھے۔ اس نے clinical pathology کو اور دیگر علوم کو پروموٹ کیا اور یہ سیدنا جعفر کے شاگرد تھے۔

ابو یوسف الکندی نے سائنس کے بے شمار شعبہ جات کو تخلیق کیا۔

الخوارزمی نے الجبرہ میں اور علم فلکیات میں تحقیقات کیں۔

الرازی نے بھی بے شمار سائنی علوم، ٹائم اور سپیس پہ کام کیا۔

ابوالنصر الفارابی، ابوریحان البیرونی، بوعلی سینا، عمر الخیام جو امام غزالی کے قریبی ساتھی تھے ان سب نے سائنس کے مختلف علوم میں ابتدائی اور شاندار خدمات سرانجام دیں۔

بڑے بڑے علماء سائنس دانوں کے دوست تھے اور مذہب باقاعدہ سائنس کو سپورٹ کرتا تھا۔ اسی طرح ابن رشد، نصیر الدین طوسی اور الغرض دیگر بہت سے مسلمان سائنس دانوں نے سائنس کو پرومٹ کیا اور پروان چڑھایا۔

The influence of Islam in medieval Europe میں درج ہے کہ عرب و اسلامی میڈیسن کا صدیوں تک یورپ پر راج رہا اور یورپ ان پر انحصار کرتا تھا۔ یہ کتاب

statistics بتاتی ہے کہ اتنے یونان کے احسان نہیں ہیں یورپ پر جتنے اسلام و عرب کے ہیں۔ اس میں لکھا ہے کہ سولہویں صدی تک یورپین میڈیسن میں صرف تھوڑی سی extension تھی ورنہ سب کا سب عرب کا علم تھا۔

The legacy of Islam میں درج ہے کہ جب یورپ تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا اس زمانے میں اسلام دنیا کو سائنس سے آگہی دے رہا تھا۔ کئی مساجد قاہرہ، بغداد، انڈیا، دمشق میں ایسی تھیں جہاں سے سائنس کا نالج دیا جاتا ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جب سائنس پابند سلاسل تھی لیکن اسلام ساری دنیا میں سائنس کی آگہی دے رہا تھا۔ الرازی نے بھی بہت سی فیلڈ میں تحقیقات دنیا کو دیں۔ جابر بن حیان نے کیمسٹری میں ۷۰ اجزاء کی تفصیلات پر مشتمل کتاب لکھی۔ پندرہویں صدی تک ابن سینا کی کتاب قانون ۱۶ ایڈیشن تک چھپ چکی تھی۔ اسلام کی اس زمانے میں بھی سائنس کے ساتھ کوئی دشمنی نہیں تھی اس نے ہمیشہ سائنس کو سپورٹ کیا۔

ابن الہیثم (density, space, time, movement, physics, dynamics)، ابن یوسف، البیرونی، خوارزمی، ابو زکریا رازی، البغدادی (فزکس)، الغرض جتنے سائنسی علوم تھے ان سائنسی علوم کے بانی مسلمان سائنسدان ہی تھے۔ علم نباتات پر چھ جلدوں کا انسائیکلوپیڈیا لکھا گیا۔ قرطبہ میں میڈیکل سائنسز پر کام کیا گیا۔ رازی نے ۲۰۰ سے زیادہ کتابیں میڈیسن سائنسز میں لکھیں جو ۴۰ دفعہ طبع ہوا، اور مختلف یورپین زمانوں میں اس کے ترجمے ہوئے۔ پھر مسلمان ریاستیں کمزور ہوئیں اور مسلمان پیچھے رہ گئے۔ علی بن عیسیٰ بغدادی نے ophthalmology پر کام کیا۔ اسی طرح علی بن عیسیٰ اور ابوالقاسم الزہراوی نے anesthesia کا نظام دیا۔ فزکس اور کیمسٹری کے متعدد قوانین کا علم مسلمان سائنس دانوں نے دیا۔

پروفیسر ہٹی اس بات کا اعتراف کا دعویٰ کرتے ہیں کہ مسلمانوں کا علم سسلی سے یورپ میں آیا۔ سسلی ایسا شہر تھا جہاں مسلمانوں کے ۶۰۰ پرائمری سکول تھے اور اس کے علاوہ دیگر شہروں میں متعدد کالجز اور یونیورسٹیز تھیں۔ ۱۰۰ کے قریب دمشق میں لاء کالجز تھے۔ انسانی تاریخ کا سب سے پہلا ہاسپٹل بھی مسلمانوں نے بنایا تھا۔ جس زمانے میں یورپ میں بالکل بھی علم نہیں تھا اس زمانے میں مسلمانوں کی سائنسی کتب لکھی جا رہی تھیں اور بڑی بڑی لائبریریاں تھیں جہاں سے فری کتب پڑھنے کیلئے ملتی تھیں۔

نہ تو اسلام کی سائنس سے کوئی جنگ تھی اور نہ ہی سائنس کی اسلام سے کوئی جنگ تھی۔ Darvin کی تحقیق جس کے مطابق انسان بندروں کی اولاد ہے اس کا کوئی لاء موجود نہیں ہے۔ اس

کو سائنس خود بھی تسلیم نہیں کرتی۔ یہ آج کے دن تک صرف تھیوری ہے لاء نہیں ہے۔ مغرب کی دنیا میں اگر کوئی Darvin کی تھیوری کا انکار کرے تو اس کو قبولیت نہیں ملتی۔

سائنس نے ثابت کیا کہ اس کائنات میں جو واقعات ہو رہے ہیں وہ قانونِ قدرت کے مطابق (law of nature) ہو رہے ہیں۔ لیکن کسی نے قدرت کی تعریف نہیں کی۔

قدرت کیا ہے؟ نیچر ایک فیکٹ ہے۔ سائنس یہ کہتی ہے کہ یہ لاء آف نیچر ہے یہ نہیں بتاتی کہ یہ کیوں ہو رہا ہے؟ کیوں ہو رہا ہے کا جواب مذہب دیتا ہے۔

The evidence of God in expending Universe ایک کتاب ہے اس میں درج ہے کہ پہلے لوگ یہ کہتے تھے کہ خوراک کھائی تو ہضم ہوئی تو وہ اللہ نے کی، پھر سائنس نے digestion کا نظام تحقیق کے بعد معلوم کیا۔ لیکن یہ دریافت ہونے کے بعد یہ تو سوال ہے نا کہ اس نظام انہظام کو بنایا کس نے ہے؟ کھانے اور اس کے ہضم ہونے کے 6 درجات ہیں۔

1. Ingestion
2. Propagation
3. Physical digestion
4. Chemical digestion
5. Absorption
6. Waste elimination

ان سب کو جان لینے کے بعد یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اس سارے نظام کے پیچھے کوئی نہ کوئی تو ہے۔ جیسے ہم کہتے تھے کہ اللہ بارش برساتا ہے اب تو سائنس نے بارش پر تحقیق کر لی ہے کہ کیسے بارش بنتی ہے اور کیسے نیچے آتی ہے۔

سائنس صرف واقع کی تصویر بتاتی ہے توجیح نہیں کرتی وہ یہ نہیں بتا سکتی ہے کہ یہ قوانین کیسے بن گئے۔ سائنس سے جب ان سب کا پوچھیں تو کہتی ہے کہ یہ قانون قدرت ہے جب یہ کہا جائے کہ یہ کیا ہے تو سائنس کہتی ہے کہ یہ blind act ہے جسے اسلام ایمان بالغیب کا نام دیتا تھا۔ چڑیا کو اڑنا کون سکھاتا ہے، مچھلی کو تیرنا کون سکھاتا ہے؟ سائنس قانون سکھاتی ہے یہ نہیں بتاتی کہ یہ قانون فطرت کس نے اور کیسے بنایا ہے۔ سائنس صرف دریافت ہونے والے واقعات بتاتی ہے لیکن اس کی تشریح کرتے ہوئے اس کی وجہ نہیں بتا سکتی۔

The evidence of God ایک امریکن سائنس دان کی کتاب ہے جس میں اس نے لکھا ہے کہ کائنات کے evidence نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ کائنات اپنا ایک آغاز رکھتی ہے۔ جب سائنس نے یہ مان لیا کہ کائنات کی ابتداء ایک نقطے سے ہوئی تو اس بات نے خدا کے وجود کی یہی دلیل دی ہے۔ سائنس دان کہتے ہیں کہ جب کائنات کی ابتداً ایک نقطے سے ہوئی تو اس کا مطلب ہے جب وہ آغاز رکھتی ہے تو یقیناً آغاز کرنے والا بھی کوئی ہے۔

اِنَّمَآ اَمۡرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيۡـًٔا اَنۡ يَّقُوۡلَ لَهٗ كُنۡ فَيَكُوۡنُ۔

اس کا امرِ (تخلیق) فقط یہ ہے کہ جب وہ کسی شے کو (پیدا فرمانا) چاہتا ہے تو اسے فرماتا ہے: ہو جا، پس وہ فوراً (موجود یا ظاہر) ہو جاتی ہے (اور ہوتی چلی جاتی ہے)(یٰسین، ۳۶: ۸۲)

سر جیمز The mysterious universe میں بیان کرتے ہیں کہ کائنات میں ناکاروی کا عمل جاری ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ کائنات کی مختلف چیزوں میں جو توانائی ہے جو اسے چلا رہی ہے وہ آہستہ آہستہ ختم ہو رہی ہے یہ عمل جاری رہے گا اور بالآخر یہ ختم ہو جائے گی۔ یہ entropy کا قانون ہے۔ اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ کائنات لامتناہی نہیں ہے اس نے ایک دن ختم ہونا ہے اور جس چیز نے ختم ہونا ہے تو اس کا کوئی نہ کوئی آغاز بھی تو ہے۔ آج سائنس مان رہی ہے کہ کائنات نے ایک دن ختم ہونا ہے تو جب یہ ایک نقطے سے شروع ہوئی ہے، تو یقیناً یہ دائمی نہیں ہے اگر دائمی نہیں ہے تو یہ خلق کی گئی ہے اور اگر یہ خلق کی گئی ہے تو یقیناً اس کا کوئی نہ کوئی خالق بھی ہے۔ اگر کائنات کی ابتداء ہے تو کوئی نہ کوئی اسے ابتداء دینے والا ہے۔

ہمارا سولر سسٹم کا نظام ہے جس میں زمین سمیت ۹ سیارے ہیں جو مسلسل سفر میں ہیں اور ان میں سورج سے سب سے زیادہ دور پلوٹو ہے جو ساڑھے سات ارب میل کے فاصلے پر چکر لگاتا ہے۔ ہمارے نظام شمسی میں صرف ایک چاند نظر آتا ہے لیکن ناسا کے مطابق ۲۹۳ چاند ہیں۔ اور وہ سارے چاند گردش میں ہیں، چھوٹے سیارے بھی ہیں، دُم دار سیارے بھی ہیں، شہاب ثاقب بھی ہیں اور یہ سب سفر میں ہیں۔ اور سورج اتنا بڑا ہے کہ ۱۰ سے ۱۲ لاکھ زمینیں اس میں رکھی جاسکتی ہیں۔ اور سورج جو سب سے بڑا سیارہ ہے وہ خود حرکت میں ہے۔ ۲۱ لاکھ کلو میٹر فی گھنٹہ ہماری کہکشاں (ملکی وے) گلیکسی کی سپیڈ ہے۔ زمین ۲۶ سال (نوری سال) کے فاصلے پر ہے اپنے گلیکسی سے۔ اور نوری سال سے مراد 94.6 کھرب کلومیٹر ہے۔ سب کہکشائیں اپنے سیاروں کو لے کر بھاگ رہی ہیں اور یہ آپس میں ٹکراتے بھی نہیں ہیں۔ یہ سیاروں کی ٹریفک ہے جس میں ایکسیڈینٹ نہیں ہوتا جب کہ ہماری ٹریفک میں ایکسیڈینٹ ہوتا ہے اور ان سیاروں کی رفتار میں بھی کوئی فرق نہیں آتا۔ آخر کوئی تو ہے نہ جو اس کو

کنٹرول کرتا ہے۔ کہکشائیں آپس میں ٹکراتی ہیں اور اس سے نئی کہکشائیں وجود میں آتیں ہیں لیکن ان کے ٹکرانے سے کوئی دھماکہ نہیں ہوتا۔ جتنے بھی لاء ہیں یہ سب سائنس نے دریافت کیے ہیں لیکن یہ پیدا کس نے کیے ہیں؟ اس بات کا جواب سائنس کے پاس نہیں ہے۔ اب سائنس کے پاس ۱۰۰ سال اور آئندہ ۱۰۰۰ سال تک کی معلومات موجود ہیں کہ سورج کب طلوع ہوگا اور کب غروب ہوگا اس کا نالج موجود ہے۔ جس طرح ایک بڑی کائنات ہے اسی طرح چھوٹی کائناتیں بھی ہیں جو کہ ایٹم ہے اور ایٹم ننگی آنکھ سے نظر نہیں آتا۔ جس طرح بڑی کائنات میں سیارے گردش کررہے ہیں اسی طرح ایٹم میں بھی الیکٹرون گردش میں ہیں۔ الیکٹرون بھی ایک دوسرے کے آگے پیچھے سے گزرتے ہیں لیکن ایک دوسرے کے ساتھ ٹکراتے نہیں ہیں۔ الیکٹرون ایک منٹ میں بلینز مرتبہ حرکت کرتے ہیں۔ وہی نظام جو کائنات شمسی میں ہے وہی ایٹم میں ہے تو یہ اتفاق کیسے آگیا۔ سائنس اس سارے عمل کو بیان کر سکتی ہے تصویر دکھا سکتی ہے لیکن توجیح نہیں بیان کر سکتی؟ یہ نہیں بیان کر سکتی۔ یہ کس نے دیا ہے؟ سائنس انکار تو نہیں کرتی خدا کا۔ بس یہ کہتی ہے کہ وہ نہیں جانتی۔ سائنس جھوٹ نہیں بولتی۔

سائنس ترقی کرتے کرتے یہاں تک پہنچ گئی ہے اور یہ کہتی نظر آتی ہے کہ یہ کائنات zero defect ہے یعنی اس میں کوئی کمی نہیں جب اس سے یہ پوچھا جائے کہ یہ بے نقص کس نے بنائی ہے تو سائنس کے پاس اس کا جواب نہیں اس کا جواب قرآن مجید کے پاس ہے۔ قرآن مجید اس پر جواب دیتا ہے سورہ ملک میں۔

الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ؕ مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ۔ (الملک، ۶۷: ۳)

جس نے سات (یا متعدّد) آسمانی کرّے باہمی مطابقت کے ساتھ (طبق دَر طبق) پیدا فرمائے، تم (خدائے) رحمان کے نظامِ تخلیق میں کوئی بے ضابطگی اور عدمِ تناسب نہیں دیکھو گے، سو تم نگاہِ (غور و فکر) پھیر کر دیکھو، کیا تم اس (تخلیق) میں کوئی شگاف یا خلل (یعنی شکستگی یا اِنقطاع) دیکھتے ہو۔

ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ کَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ اِلَیْکَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّ هُوَ حَسِیْرٌ (الملک، ۶۷: ۴)

تم پھر نگاہِ (تحقیق) کو بار بار (مختلف زاویوں اور سائنسی طریقوں سے) پھیر کر دیکھو، (ہر بار) نظر تمہاری طرف تھک کر پلٹ آئے گی اور وہ (کوئی بھی نقص تلاش کرنے میں) ناکام ہوگی۔

اس بات کا اعلان قرآن مجید نے ۱۴ سو سال پہلے کر دیا کہ اس کے نظام تخلیق میں کہیں بے ضابطگی نہیں دیکھو گے۔ پھر قرآن یہ کہتا ہے کہ اگر تم بار بار تحقیق کر کے دیکھو بار بار غور کرو تو دیکھ کر بتاؤ کہیں ساری کائنات میں کوئی نقص نظر آتا ہے؟ قرآن مجید نے یہ چیلنج دیا ہے۔ اور کہا کہ تمہاری نگاہ تھک کر

واپس آجائے گی لیکن تمہیں اس کائنات کی بناوٹ میں کوئی نقص نظر نہیں آئے گا۔

یہ وہ لوگ ہیں جو (سراپا نیاز بن کر) کھڑے اور (سراپا ادب بن کر) بیٹھے اور (ہجر میں تڑپتے ہوئے) اپنی کروٹوں پر (بھی) اللہ کو یاد کرتے رہتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی تخلیق (میں کارفرما اس کی عظمت اور حُسن کے جلووں) میں فکر کرتے رہتے ہیں، (پھر اس کی معرفت سے لذت آشنا ہو کر پکار اٹھتے ہیں:) اے ہمارے رب! تو نے یہ (سب کچھ) بے حکمت اور بے تدبیر نہیں بنایا، تو (سب کوتاہیوں اور مجبوریوں سے) پاک ہے پس ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔(آل عمران۳: ۱۹۱)

نیوٹن کے زمانے میں کائنات کو مکینیکل (mechanical) کائنات کہا جاتا تھا، پھر اس کو intelligent universe کہا جانے لگا۔

جب دوسری عالمی جنگ ہوئی تو اس زمانے میں یہ تصور پیدا ہوا کہ ایسے طریقے اور مینیجمنٹ تیار کی جائے جو zero defect ہو۔ لیکن اس سب پر تحقیقات ناکام ہوئیں، اور انسان zero defect management نہیں پیدا کر سکے۔ مگر جہاں کئی سائنس دان مل کر زیرو ڈیفیکٹ مینیجمنٹ نہیں بنا سکے وہاں divine management زیرو ڈیفیکٹ ہے۔

سورہ ق میں ہے کہ

اَفَلَمۡ یَنۡظُرُوۡۤا اِلَی السَّمَآءِ فَوۡقَهُمۡ كَيۡفَ بَنَيۡنٰهَا وَ زَيَّنّٰهَا وَ مَا لَهَا مِنۡ فُرُوۡجٍ (ق،۵۰: ۶)

سو کیا انہوں نے آسمان کی طرف نگاہ نہیں کی جو ان کے اوپر ہے کہ ہم نے اسے کیسے بنایا ہے اور (کیسے) سجایا ہے اور اس میں کوئی شگاف (تک) نہیں ہے o

کہ ساری کائنات کی طرف نگاہ کرو اور دیکھو کہ ہم نے اسے کیسے مزین کیا اس کے نظام میں تمہیں کہیں خرابی نظر نہیں آئے گی۔ جہاں کوئی خرابی نہیں ہے سب بے خطا ہے تو یقیناً اس کے بنانے کے پیچھے کوئی نہ کوئی بے خطا ہے۔ جس کے بنائے گئے نظام میں کوئی خلل نہیں آتا۔

وجودِ خدا کی سائنسی بنیاد

سائنس کہتی تھی کہ کائنات میں چار طاقتیں ہیں جن پر اس کا نظام ہے۔

1. Gravitational force
2. Electromagnetic force
3. Strong nuclear force
4. Weak nuclear force

۱۹۷۹ میں سائنس نے کہا کہ کائنات کو ۴ نہیں ۳ فورسز کنٹرول کر رہی ہیں۔ تین سائنسدانوں نے یہ کام کیا اور تینوں کو نوبل پرائز ملا۔ تین فورسز کے بعد بھی سائنس نے نہیں مانا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ ٹکراؤ نہ ہو پھر ایک سائنس دان سٹیفن ہاکنگ نے mathematical calculations کیں اور کہا کہ اس حساب سے یہ ثابت ہو جاتا کہ کائنات کو ۳ فورسز نہیں ایک فورس کنٹرول کر رہی ہے۔ لیکن اس سائنس دان کو یہ نہیں معلوم کہ یہ فورس کون سی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ یہ پتہ چلتا ہے کہ کائنات کس طرح ایک ٹائم پر پیدا کی گئی۔ اس کی ہر چیز میں قابلیت تھی۔ لیکن سائنس یہ کہتی ہے کہ اس بات کا جواب نہیں کسی کے پاس کہ یہ کس نے کیا۔ سوائے ایک بات کے کہ یہ اللہ کا امر ہے۔ پھر single sting theory پیش ہوئی جو کہ دراصل عقیدہ توحید ہی ہے۔ سائنس نے اس نتیجے پر پہنچا دیا کہ اس ساری کائنات کے پیچھے کوئی ایک وجود ہے اور تاجدارِ کائنات ﷺ نے بتادیا کہ وہ ذات اللہ رب العزت کی ذات ہے۔ کائنات کا نظام جو چل رہا ہے وہ ٹائم مینیجمنٹ کے ساتھ چل رہا ہے اور جو بات اس کائنات کی مینیجمنٹ سے سمجھ آتی ہے وہ یہ ہے کہ اس منظم نظام کو ایک ہی ذات چلا رہی ہے۔ سائنس کائنات کے زیر و ڈیفیکٹ ہونے کو مانتی ہے اور اس سے انکار نہیں کرتی۔ سائنس یہ کہتی ہے کہ کائنات بڑے ذہین ذہن کی پیداوار ہے۔ سائنس نے اللہ کے وجود کو ماننے کیلئے ڈیٹا فراہم کر دیا ہے اور یہ کہہ دیا ہے کہ میں بتاتی ہوں یہ فعل ہے اور یہ فاعل ہے۔ آئن سٹائن نے یہ کوشش کی کہ ایسی تھیوری بنائی جائے جو تھیوری آف ایوری تھنگ ہو theory that explain everything. اس کیلئے ایک ادارہ قائم ہوا۔ دنیا کے ۱۰ ہزار سائنسدان اور انجینئرز اس میں شامل ہوئے۔ لیکن سائنس آج اس نتیجے پر پہنچی جسے سٹیفن اور جیمز نے بیان کیا ہے کہ کائنات کا جو نقشہ ہے یہ خالص کسی ریاضی دان نے بنایا ہے۔ مطلب یہ کہ یہ کائنات کسی mathematician کی تخلیق ہے۔ کوئی بہت بڑی ریاضیاتی علوم رکھنے والی ہستی ہے جس نے اس کائنات کو بنایا ہے۔ اس سے آگے سائنس کے پاس کوئی جواب نہیں، اس سے آگے کا جواب قرآن مجید نے دے دیا، سورہ الرحمان کی آیت نمبر ۷ میں۔

وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ (الرحمن، ۵۵: ۷)

اور اُسی نے آسمانی کائنات کو بلند کر رکھا ہے اور (اُسی نے اس میں توازن کے لیے) ترازو قائم کر رکھی ہے o

زمین کی چاروں اطراف کو اللہ رب العزت نے پھیلا پھیلا کر بلند کیا اور سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ گرتا کیوں نہیں کیونکہ اس رب نے توازن کے ساتھ ہر ایک چیز کو کنٹرول کر

رکھا ہے۔ سورہ الانعام میں ہے۔

فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَ جَعَلَ الَّیْلَ سَکَنًا وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ حُسْبَانًا ؕ ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ
(الانعام،٦: ٩٦)

(وہی) صبح (کی روشنی) کو رات کا اندھیرا چاک کر کے نکالنے والا ہے، اور اسی نے رات کو آرام کے لئے بنایا ہے اور سورج اور چاند کو حساب و شمار کے لئے، یہ بہت غالب بڑے علم والے (ربّ) کا مقررہ اندازہ ہے O

وہی اللہ ہے جس نے صبح کی روشنی کو رات کا اندھیرا چاک کر کے نکالا ہے اور سورج و چاند کو حساب و شمار کے ساتھ پیدا کیا۔

پھر سورہ یونس میں فرمایا:

وہی ہے جس نے سورج کو روشنی (کا منبع) بنایا اور چاند کو (اس سے) روشن (کیا) اور اس کے لئے (کم و بیش دکھائی دینے کی) منزلیں مقرر کیں تا کہ تم برسوں کا شمار اور (اوقات کا) حساب معلوم کر سکو، اور اللہ نے یہ (سب کچھ) نہیں پیدا فرمایا مگر درست تدبیر کے ساتھ، وہ (ان کائناتی حقیقتوں کے ذریعے اپنی خالقیت، وحدانیت اور قدرت کی) نشانیاں ان لوگوں کے لئے تفصیل سے واضح فرماتا ہے جو علم رکھتے ہیں۔ (یونس،١٠: ٥)

پھر سورہ الرعد میں فرمایا:

اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں کو بغیر ستون کے (خلا میں) بلند فرمایا (جیسا کہ) تم دیکھ رہے ہو پھر (پوری کائنات پر محیط اپنے) تخت اقتدار پر (اپنی شان کے لائق) متمکن ہوا اور اس نے سورج اور چاند کو

نظام کا پابند بنا دیا، ہر ایک اپنی مقررہ میعاد (میں مسافت مکمل کرنے) کے لئے (اپنے اپنے مدار میں) چلتا ہے۔ وہی (ساری کائنات کے) پورے نظام کی تدبیر فرماتا ہے، (سب) نشانیوں (یا قوانینِ فطرت) کو تفصیلاً واضح فرماتا ہے تاکہ تم اپنے رب کے روبرو حاضر ہونے کا یقین کر لو۔ (الرعد، ۱۳: ۲

اللہ رب العزت کی ذات ہی ہے جس نے ہر چیز کو پیدا فرمایا ہے اور سورج، سیاروں کو اپنے قانون کا مطیع بنایا ہے۔

سورہ النحل میں فرمایا:

اور اُسی نے تمہارے لئے رات اور دن کو اور سورج اور چاند کو مسخر کر دیا، اور تمام ستارے بھی اُسی کی تدبیر (سے نظام) کے پابند ہیں، بیشک اس میں عقل رکھنے والے لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ (النحل، ۱۶: ۱۲)

سورہ الرحمان میں فرمایا:

اَلشَّمۡسُ وَ الۡقَمَرُ بِحُسۡبَانٍ (الرحمن، ۵۵: ۵)

سورج اور چاند (اسی کے) مقرّرہ حساب سے چل رہے ہیں۔

پھر سورہ یٰسین میں فرمایا:

وَ الشَّمۡسُ تَجۡرِیۡ لِمُسۡتَقَرٍّ لَّہَا ؕ ذٰلِکَ تَقۡدِیۡرُ الۡعَزِیۡزِ الۡعَلِیۡمِ (یٰسین، ۳۶: ۳۸)

اور سورج ہمیشہ اپنی مقررہ منزل کے لئے (بغیر رکے) چلتا رہتا، ہے یہ بڑے غالب بہت علم والے (رب) کی تقدیر ہے٥

اور ہم نے چاند کی (حرکت و گردش کی) بھی منزلیں مقرر کر رکھی ہیں یہاں تک کہ (اس کا اہلِ زمین کو دکھائی دینا گھٹتے گھٹتے) کھجور کی پرانی ٹہنی کی طرح ہو جاتا ہے۔ (یٰسین، ۳۶: ۳۹)

نہ سورج کی یہ مجال کہ وہ (اپنا مدار چھوڑ کر) چاند کو جا پکڑے اور نہ رات ہی دن سے پہلے نمودار ہو سکتی ہے، اور سب (ستارے اور سیارے) اپنے (اپنے) مدار میں حرکت پذیر ہیں۔

(یٰسین، ۳۶: ۴۰)

پھر سورہ فصلت میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

ہم عنقریب انہیں اپنی نشانیاں اَطرافِ عالم میں اور خود اُن کی ذاتوں میں دِکھا دیں گے یہاں تک کہ اُن پر ظاہر ہو جائے گا کہ وہی حق ہے۔ (فصلت، ۴۱: ۵۳)

اسلام میں اولاد کی تربیت

ڈاکٹر شفاقت علی بغدادی الازہری

اگر اولاد کی تربیت احسن انداز میں اور صالح اور اخلاقی اقدار واصولوں کے مطابق کی جائے تو اولاد ایک نعمت بن جاتی ہے۔ وگرنہ اپنی اولاد ہی آزمائش بن جاتی ہے۔ دین وشرعت نے اولاد کی تربیت کرنا والدین پر لازم کیا ہے۔

اولاد کو اللہ ربّ العزت نے دنیاوی زندگی میں رونق سے تعبیر فرمایا ہے۔ یہ رونق اسی وقت ہے جب والدین کی جانب سے اپنی ذمے داری کو پورا کرتے ہوئے بچوں کی صحیح نشو و نما، دینی و اخلاقی تربیت کی جائے اور بچپن ہی سے انہیں زیور تعلیم سے آراستہ کیا جائے۔ جیسا کہ اس بارے میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا نَحَلَ وَالِدٌ وَلَدَهُ أَفْضَلَ مِنْ أَدَبٍ حَسَنٍ

"کسی باپ کی طرف سے اس کی اولاد کے لیے سب سے بہتر تحفہ یہ ہے کہ وہ اس کی اچھی تربیت کرے"۔ (سنن الترمذی)

عقائد صحیحہ کی تربیت

کامیاب انسان کی زندگی کی بنیاد اس کے افکار و نظریات اور عقائد پر ہوتی ہے۔ اگر نظریہ و تصور مضبوط ہو اور ابدی فلاح سے متعلق ہو تو بچوں کی نشو و نما بڑھتی ہے اور وہ ذہنی انتشار سے محفوظ رہتے ہیں۔ جیسے حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا أَفْصَحَ الْغُلَامُ مِنْ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عَلَّمَهُ هٰذِهِ الْآيَةَ: (وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيرًا).

حضور نبی اکرم ﷺ (کا یہ طریقہ تھا کہ) جب عبد المطلب کی اولاد میں سے کوئی بچہ بولنے لگتا تھا تو اسے یہ آیت سکھاتے تھے: 'اور فرمایئے کہ سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے نہ تو (اپنے لیے) کوئی بیٹا بنایا اور نہ ہی (اس کی) سلطنت و فرمانروائی میں کوئی شریک ہے اور نہ کمزوری کے باعث اس کا کوئی مددگار ہے (اے حبیب!) آپ اسی کو بزرگ تر جان کر اس کی خوب بڑائی (بیان) کرتے رہیے۔

(قرطبی، الجامع الأحکام القرآن، 10: 345)

اسی طرح امام غزالی احیاء علوم الدین میں بچوں کی تعلیم کے متعلق فرماتے ہیں:

بچے کو قرآن حکیم، احادیث نبویہ، نیک بچوں کے واقعات اور دینی احکام کی تعلیم دی جائے۔

(غزالی، إحیاء علوم الدین، 1: 279)

اللہ رب العزت نے بچوں کی تربیت کے نظریاتی اصولوں حضرت لقمان کی زبان سے یوں بیان فرمایا:

يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ

اے میرے فرزند! اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا، بیشک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔ (سورۃ لقمان: 13)

حضرت لقمان نے آگے فرمایا:

يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ

(لقمان نے کہا:) اے میرے فرزند! اگر کوئی چیز رائی کے دانہ کے برابر ہو، پھر خواہ وہ کسی چٹان میں (چھپی) ہو یا آسمانوں میں یا زمین میں (تب بھی) اللہ اسے (روزِ قیامت حساب کے لئے) موجود کر دے گا۔ بیشک اللہ باریک بین (بھی) ہے آگاہ و خبردار (بھی) ہے۔ (سورۃ لقمان: 16)

يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰي مَآ اَصَابَكَ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ

اے میرے فرزند! تو نماز قائم رکھ اور نیکی کا حکم دے اور برائی سے منع کر اور جو تکلیف تجھے پہنچے

اس پر صبر کر، بیشک یہ بڑی ہمت کے کام ہیں۔(سورۃ لقمان: 17)

ان آیات مبارکہ میں حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو اس کے نام سے نہیں پکارا، بلکہ اے میرے بیٹے! کہہ کر پکارا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نام لینے سے محبت کا وہ اظہار نہیں ہوتا، جو ''اے میرے بیٹے!'' کہنے سے محبت کا اظہار ہوتا ہے۔

جس طرح ماں لاشعوری عمر میں بچے کو محبت میں ''میرا لعل، میرا چاند، میرا سوہنا'' وغیرہ جیسے القابات سے پکارتی ہے اسی طرح جب بچہ شعوری عمر کو پہنچ جائے تو والدین اس سے اسی اندازِ محبت میں بات کریں تو ماں باپ کی بات بچے کے دل ودماغ پر اثر انداز ہو گی۔

سب سے پہلی نصیحت جو حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو کی، وہ توحید باری تعالیٰ سے متعلق تھی کہ ''میرے بیٹے! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا۔'' اس سے بھی معلوم ہوا کہ بچے کو سب سے پہلے دینی عقائد وافکار کی تعلیم دینی چاہیے تاکہ بڑا ہو کر وہ ایک اچھا مسلمان بنے، کیوں کہ اس کے عقائد جب صحیح ہوں گے تو اعمال بھی ان شاء للہ صحیح ہوں گے، اور اگر عقائد قرآن وسنت سے متصادم ہوئے تو یہ یقین نہیں کیا جاسکتا کہ وہ راست اعمال کرے گا۔

بچوں کا ذہن صاف و شفاف اور خالی ہوتا ہے اس میں جو چیز بھی نقش کر دی جائے وہ مضبوط و پائیدار ہوتی ہے، اس لیے سب سے پہلے بچے کو دینی واخلاقی تعلیم دی جائے۔ قرآن وسنت کی تعلیم دینی امور کے ماہر اساتذہ سے دلوائی جائے۔

حضرت لقمان رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو جو نصیحتیں فرمائیں، انہیں بہت غور سے پڑھیں کہ انہوں نے اولاد کو زندگی کے کن کاموں کے متعلق نصیحت فرمائی اور اُس کی روشنی میں ہمیں اپنی اولاد کی تربیت کیسے کرنی چاہئے۔ اوپر کے خلاصے سے معلوم ہوتا ہے کہ اولاد کی تربیت کے معاملے میں والدین کو بطورِ خاص درج ذیل چار اُمور کا لحاظ ضرور کرنا چاہئے۔ یہ چاروں چیزیں دنیا اور آخرت، دونوں کے لئے نہایت اہم ہیں۔

محبت واطاعتِ رسول ﷺ

بچوں کو حضور نبی اکرم ﷺ کے احترام، ادب اور عزت و توقیر کی ترغیب دیں۔ بچوں کو سیرتِ رسول ﷺ کے واقعات سنائے جائیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی بچوں کے ساتھ محبت و شفقت کے واقعات سنائے جائیں۔ والدین بچوں کو درود وسلام پڑھنا سکھائیں۔ بچوں کو بتائیں کہ جب حضور نبی اکرم ﷺ کا نام مبارک لیا جائے تو 'صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' کہا جائے۔ اور ایسی محافل

نعت کا انعقاد کیا جائے جن میں بچوں کو نعت پڑھنے کے مواقع فراہم کیے جائیں۔ والدین جب بچوں میں اوائل عمری سے ہی حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ یک گونہ ذہنی وجذباتی وابستگی پیدا کرنے کے لیے انہیں اس طرح کا ماحول دیں گے تو باشعور ہونے تک ان کے قلوب واذہان میں حضور ﷺ کی محبت، تعظیم وتوقیر اور اطاعت واتباع کے پہلو راسخ ہو چکے ہوں گے۔

عقائد کی صحت کے ثمرات

عقائد کی درستی، ایمان کی پختگی اور خدا پر توکل واعتماد، دنیا میں بلا ومصیبت کو برداشت کرنے اور ان سے نجات پانے کا ذریعہ ہے، جبکہ عقائد کا بگاڑ، آفتوں، مصیبتوں اور بلاؤں کے نازل ہونے، دلی بے قراری اور قلبی بے چینی کا ذریعہ ہے۔ یونہی عقائد کی درستی آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت، خوشنودی اور جنّت میں داخلے کا قوی سبب ہے، لیکن عقائد کی خرابی اور گمراہی کی حالت میں موت جہنم میں جانے کا مستحق بنادیتی ہے اور جو کفر کی حالت میں مر گیا، وہ تو ضرور ہمیشہ کے لئے جہنم کی سزا پائے گا۔

عبادات واعمالِ صالحہ کی تلقین

بچوں کو مسلسل یہ تلقین کرنا اور یاد دہانی کراتے رہنا کہ عبادت، دنیا میں نیک نامی اور آخرت میں جنت میں جانے کا وسیلہ ہے، عبادت کے ذریعے خدا سے تعلق مضبوط، قربِ الٰہی نصیب ہوتا اور مقصدِ تخلیق کی تکمیل ہوتی ہے، اِس کے بر خلاف عبادت میں غفلت خدا سے دوری، شیطان کی معیت، دنیا میں ذلت ورُسوائی اور آخرت میں جہنم میں داخلے کا سبب ہے۔ اور باطنی اعمال کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قلبی تعلق مضبوط ہوتا ہے۔ خدا کی صفات کا مراقبہ کرنا، دل کی طہارت، نفس کی پاکیزگی، قلب کے نور، باطن کی روحانیت اور مکاشفہ ومشاہدہ کے حصول کا قوی ترین سبب ہے۔ انبیاء واولیاء کے مراتب میں اِن باطنی اعمال کا بہت زیادہ عمل دخل ہے۔

اخلاق کی تہذیب کا درس

اگر اَولاد کے اخلاق اچھے ہوں گے تو معاشرے میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا اور لوگ اُن کی عزت کریں گے، جبکہ بُرے اخلاق کی صورت میں معاشرے میں جہاں ان کا وقار ختم ہوگا وہیں اُلٹا والدین کی بدنامی اور رسوائی بھی ہوگی۔ اچھے اخلاق آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رضا کا باعث ہیں، جبکہ برے اخلاق غضبِ الٰہی اور لوگوں کی طرف سے خود پر بوجھ لادنے کا سامان ہیں۔

حضرت لقمان کی اپنے فرزند کو کی گئی یہ نصیحتیں ہمیں بتاتی ہیں کہ ہمیں اپنی اولاد سے ان کی نفسیات سامنے رکھ کر ان کی ذہنی استعداد کا اندازہ لگا کر بات چیت کرتے رہنا چاہیے اور آج کے ماحول کا تقاضا ہے کہ والدین اپنی اولاد کے ساتھ دوستانہ ماحول میں گفتگو کریں، ان کے مسائل اور پریشانیوں کو سنیں اور حل کریں، کیوں کہ ڈانٹ ڈپٹ کے دور گزر چکے۔ حضرت انس رضی للہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دس برس رہے۔ آپ رضی للہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان دس برسوں میں کبھی نبی کریم صلی للہ علیہ وسلم نے مجھے نہیں ڈانٹا۔ ایک واقعہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک بار نبی کریم صلی للہ علیہ وسلم نے مجھے کسی کام سے بھیجا۔ میں بچوں کے ساتھ کھیل کھود میں لگ گیا۔ اس کے باوجود بھی نبی کریم محمد صلی للہ علیہ وسلم نے مجھے نہیں ڈانٹا۔

بچوں کی تربیت کے اسلامی طریقے

دین اسلام نے بچوں کی صحیح معنی میں دینی تربیت کے لیے رہنما اصول بیان کیے ہیں۔ احادیث وروایات میں تربیت کے مختلف مراحل اور طریقوں کو بیان کیا گیا ہے۔

1۔ والدین کا بچوں کو وقت دینا:

بچوں کی تربیت کے لئے لازمی ہے کہ انہیں اپنا تھکا ہوا اور تھوڑا سا وقت نہیں، بلکہ تازہ اور بھرپور وقت دیں۔ اُن کے پاس بیٹھیں، باتیں کریں، مصروفیات پوچھیں، صحیح عقائد، اچھے اعمال پر گفتگو کریں، سیرتِ رسول صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم وسوانحِ صحابہ و اولیاء رضوان اللہ عنہم کی باتیں سنائیں، کتابیں لاکر دیں، مطالعہ کا شوق دلائیں، پڑھے ہوئے کے بارے میں سوالات کریں، اُن سے کتاب سنیں، حسنِ اخلاق اور اچھے کام پر حوصلہ اَفزائی کریں، بداخلاقی اور برے کام پر سمجھائیں اور اُس کے نقصان بتائیں۔ بچوں کو صحت وصفائی کی اہمیت بتائیں، متوازن اور صحت مند غذا بتائیں، اس کے کھانے کی عادت ڈالیں، صفائی کا معمول بنانے کی تربیت دیں۔ مفید اور فضول کاموں کا فرق بتائیں، جیسے مطالعہ اور تلاوت و عبادت مفید ہے، یونہی سیر، ورزش اور جائز تفریح اچھی چیز ہے، جبکہ موبائل کی بہت زیادہ مشغولیت، انٹرنیٹ کا کثیر استعمال برا ہے۔ محنت، ہمت اور چستی کامیابی کے ذرائع ہیں، جبکہ سستی، کاہلی اور کام چوری زندگی ناکام بنادیتے ہیں۔ امام غزالی بچوں کی تربیت پر والدین کے اخلاق و عادات کے اثرانداز ہونے کے بارے فرماتے ہیں:

وَالصِّبْيَانُ أَمَانَةٌ عِنْدَ وَالِدَيْهِ، وَقَلْبُهُ الطَّاهِرُ جَوْهَرَةٌ نَفِيسَةٌ سَاذَجَةٌ خَالِيَةٌ عَنْ كُلِّ نَقْشٍ وَصُورَةٍ، وَهُوَقَابِلٌ لِكُلِّ مَا نُقِشَ، وَمَائِلٌ إِلَى كُلِّ مَا يُمَالُ بِهِ إِلَيْهِ، فَإِنْ عُوِّدَ الْخَيْرَوَعُلِّمَهُ نَشَأَ عَلَيْهِ

وَسَعِدَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، وَشَارَكَهُ فِي ثَوَابِهِ أَبَوَاهُ وَكُلُّ مُعَلِّمٍ لَهُ وَمُؤَدِّبٍ، وَإِنْ عُوِّدَ الشَّرَّ وَأُهْمِلَ إِهْمَالَ الْبَهَائِمِ شَقِيَ وَهَلَكَ، وَكَانَ الْوِزْرُ فِي رَقَبَةِ الْقَيِّمِ عَلَيْهِ وَالْوَلِيِّ لَهُ، وَقَدْ قَالَ اللهُ تَعَالَى: {يَآأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا}.

بچہ والدین کے پاس اللہ تعالیٰ کی امانت ہے اور اس کا دل ایک عمدہ، صاف اور سادہ آئینہ کی مانند ہے جو بالفعل اگرچہ ہر قسم کے نقش و صورت سے خالی ہے لیکن ہر طرح کے نقش واثر کو فوری قبول کرنے کی استعداد رکھتا ہے۔ اُسے جس چیز کی طرف چاہیں مائل کیا جا سکتا ہے۔ اگر اس میں اچھی عادتیں پیدا کی جائیں اور اسے علم نافع پڑھایا جائے تو وہ عمدہ نشوونما پا کر دنیا و آخرت کی سعادت حاصل کر لیتا ہے۔ یہ ایک ایسا کارِ خیر ہے جس میں اس کے والدین، استاد اور مربی وغیرہ سب حصہ دار ہو جاتے ہیں۔ لیکن اگر اُس کی بری عادتوں سے صرفِ نظر کیا جائے اور اسے جانوروں کی طرح کھلا چھوڑا جائے تو وہ بد اخلاق ہو کر تباہ ہو جاتا ہے جس کا وبال اس کے ولی اور سرپرست کی گردن پر پڑتا ہے۔ اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آگ سے بچاؤ"۔

(غزالی، إحیاء علوم الدین، 3: 72)

2۔ بچوں کے سامنے والدین کا مناسب رویہ اختیار کرنا:

والدین پر لازم ہے بچوں کے ساتھ نرم لہجہ اختیار کریں۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ گھر میں ''تو'' اور ''تم'' کے الفاظ استعمال ہوتے ہوں اور بچوں سے یہ توقع رکھی جائے کہ وہ ''آپ'' کے لفظ سے مخاطب ہوں۔ اگر بچوں کو والدین کی توجہ و نگہداشت، ان کی سرپرستی و راہنمائی حاصل نہ ہو تو

ایسے بچے کیونکر نیک اور اچھے انسان بن سکتے ہیں۔ ایسے میں بچوں کا بگڑ جانا یقینی بات ہے۔ والدین کو تربیتی ذمہ داریوں کی ترغیب حضور نبی اکرم ﷺ کی حدیث مبارکہ سے بھی ملتی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

أَدِّبُوا أَوْلَادَكُمْ عَلَى ثَلَاثِ خِصَالٍ: حُبِّ نَبِيِّكُمْ وَحُبِّ أَهْلِ بَيْتِهِ وَقِرَائَةِ الْقُرْآنِ.

اپنی اولاد کو تین چیزیں سکھاؤ: اپنے نبی کی محبت، حضور نبی اکرم ﷺ کے اہل بیت اطہار علیہم السلام کی محبت اور قرآن کی تلاوت۔ (سیوطی، الجامع الصغیر، 1: 25، رقم: 311)

لہٰذا والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بچوں کے اندر اچھے آداب وصفات پروان چڑھائیں، ان کی خوابیدہ صلاحیتوں کو جلا بخشیں۔ ان کے اندر وسعت قلبی، صداقت و دیانت، صبر واستقامت، ایثار و قربانی، ہمدردی و غم گساری، تواضع وانکساری اور مہمان نوازی و فیاضی کی صفات پیدا کریں۔ نیز گالی گلوچ، غیبت، چغل خوری، کذب، خوف، بزدلی جیسے رذائل اخلاق سے بچائیں۔

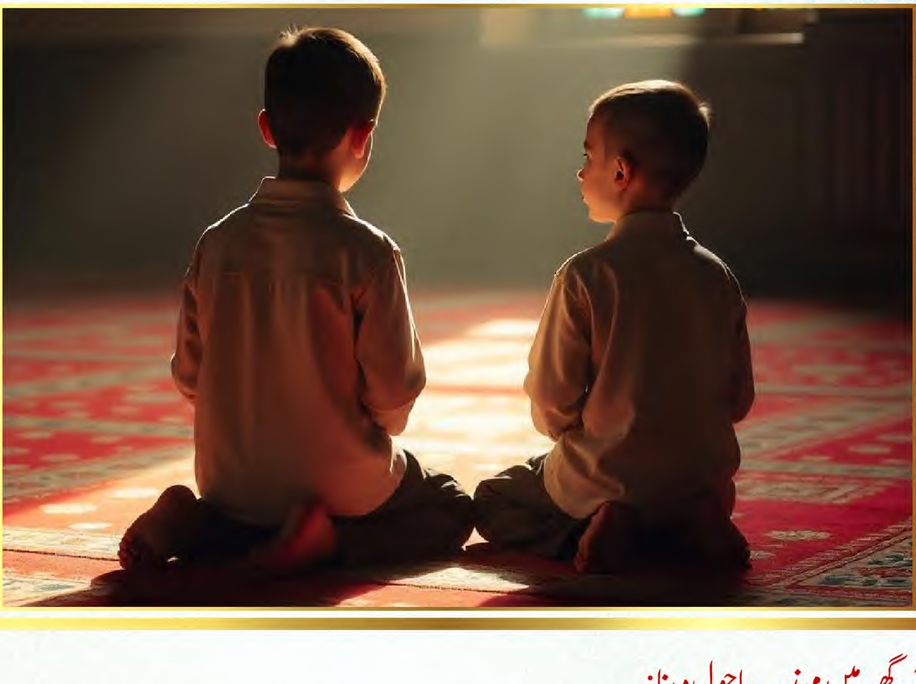

3۔ گھر میں مہذب ماحول دینا:

اگرچہ ماحول، علاقہ، خاندان اور صحت کے اعتبار سے بچے مختلف عمر میں قرآنی تعلیم حاصل کرنے کے قابل ہوتے ہیں۔ لیکن کوشش کرنی چاہیے کہ بچہ جب تین سال کا ہو جائے تو اس کی قرآنی تعلیم کا آغاز ہو جانا چاہیے۔ لہذا والدین کا فرض ہے کہ جب بچے میں قوت گویائی آجائے تو سب سے پہلے اسے کلمہ طیبہ سکھائیں اور اس کے دماغ میں اس کا مطلب بھی راسخ کر دیں کہ کلمہ ہی اسلام کی بنیاد ہے۔

علاوہ ازیں والدین بچوں کے سوالات کو ہر گز نظر انداز نہ کریں۔ اگر والدین کو بچوں کے کسی سوال کا صحیح جواب نہ آتا ہو تو بچوں سے ٹال مٹول نہیں کرنی چاہیے بلکہ مطالعہ کر کے انہیں مثال اور دلیل سے سمجھایا جائے۔ بچوں کو کسی بھی بات پر آمادہ کرنے کے لیے والدین کو یہ اُصول اختیار کرنا چاہیے کہ ان کا انداز حاکمانہ نہ ہو بلکہ ترغیب دینے والا ہو۔ بچوں کو سمجھ نہ آنے پر مشفقانہ انداز، آسان الفاظ میں اور ان کی ذہنی سطح کے مطابق بات کرنی چاہیے۔ جیسے حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

أُمِرْتُ أَنْ نُكَلِّمَ النَّاسَ عَلٰى قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ.

مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم (انبیاء کرام علیہم السلام) لوگوں سے ان کی عقل کے مطابق بات کیا کریں۔

(غزالی، إحیاء علوم الدین، 1: 99)

4۔ بڑوں کا ادب احترام:

بچوں کو بڑوں کا ادب سکھائیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے بڑوں کے ساتھ ادب، عزت اور تعظیم سے پیش آنے کی تلقین فرمائی ہے اور بڑوں کا یہ حق قرار دیا کہ بچے اپنے سے بڑی عمر کے لوگوں کا احترام کریں اور ان کے مرتبے کا خیال رکھیں۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا وَيَرْحَمْ صَغِيْرَنَا.

جو ہمارے بڑوں کی توقیر نہ کرے اور ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔

(أحمد بن حنبل، المسند، 2: 207، رقم: 6937)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَا أَكْرَمَ شَابٌّ شَيْخًا لِسِنِّهٖ إِلَّا قَيَّضَ اللهُ لَهٗ مَنْ يُكْرِمُهٗ عِنْدَ سِنِّهٖ.

جو نوجوان کسی عمر رسیدہ شخص کی اُس کی بزرگی کے باعث عزت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اُس کے لیے کسی کو مقرر فرما دیتا ہے جو اُس کے بڑھاپے میں اُس کی عزت کرتا ہے۔

(ترمذی، السنن، کتاب البر والصلة، باب ما جاء في إجلال الكبير، 4: 372، رقم: 2022)

آدابِ معاشرت اپنے عمل سے سکھانا

کھانے پینے سے پہلے بسم اللہ پڑھنی چاہئے۔ دائیں ہاتھ سے کھانا پینا چاہیے۔ پانی بیٹھ کر پینا چاہیے۔ پانی تین سانسوں میں پینا چاہیے۔ پانی میں پھونک نہیں مارنی چاہیے۔ کھانا کھانے سے قبل اور بعد میں ہاتھ دھوئے جائیں۔ کھانے پینے میں اسراف نہ کیا جائے۔ کھانے پینے کے بعد الحمد للہ کہنا چاہیے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے دائیں ہاتھ سے کام کرنے کو نہ صرف پسند فرمایا بلکہ اس کا حکم بھی دیا ہے اس لیے بچوں کو کھانے، پینے، لکھنے، کوئی چیز لینے اور بھلائی کے ہر کام میں دائیں ہاتھ سے کام کرنے کی تلقین کرنی چاہیے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُحِبُّ التَّيَمُّنَ مَا اسْتَطَاعَ فِي شَأْنِهِ كُلِّهِ فِي طُهُورِهِ وَتَرَجُّلِهِ وَتَنَعُّلِهِ.

حضور نبی اکرم ﷺ حتی الامکان اپنے تمام کاموں میں دائیں جانب سے ابتدا کرنے کو پسند فرماتے طہارت (وضو)، کنگھی کرنے اور جوتے پہننے میں بھی۔ (بخاری، الصحیح، کتاب اللباس، باب یبدأ بالفعل الیمنی، 5: 2200، رقم: 5516)

دیگر آداب کی تعلیم دینا

بچوں کو قضائے حاجت کے آداب سکھائے جائیں۔ جیسے ستر کی حفاظت، قبلہ رخ ہو کر پیشاب نہ کرنا، بائیں ہاتھ سے استنجاء کرنا، اور ہاتھ دھونا وغیرہ۔ اسی طرح سونے کے آداب جیسے لیٹنے سے قبل بستر کو اچھی طرح جھاڑنا۔ دائیں کروٹ پر سونا۔ مسنون دعائیں پڑھنا۔ سورۃ اخلاص، سورۃ الفلق اور سورۃ الناس پڑھ کر پھونکنا۔ اسی طرح بچوں کو چھینک اور جمائی کے آداب سکھائے جائیں جیسے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

جب تم میں سے کوئی شخص چھینکے تو {اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ} کہے، اور اس کا بھائی یا دوست (جو بھی سنے) وہ جواباً {يَرْحَمُكَ اللّٰهُ} کہے۔ جب اس کا بھائی {يَرْحَمُكَ اللّٰهُ} کہے تو پھر وہ کہے: {يَهْدِيكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ} 'اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے اور تمہارے حالات کو سنوارے۔ (بخاری، الصحیح، کتاب الأدب، باب إذا عطس کیف یشمت، 5: 2298، رقم: 5870)

خلاصہ کلام

غیر محسوس انداز سے بچوں کے اندر بہت سی اچھی اور بُری عادات جنم لیتی ہیں۔ بچے کے ارد گرد کا ماحول اخلاقی لحاظ سے پاکیزہ ہونا بہت ضروری ہے۔ اگر صحیح عقائد و تصورات، نیک اور صالح سیرت و کردار کے حامل افراد سے بچے کا میل جول ہے تو اُس میں پاکیزہ صفات پروان چڑھتی ہیں جن کا ذہنی و نفسیاتی اثر بچے کی شخصیت پر پڑتا ہے۔

امید ہے کہ ان امور کا لحاظ رکھا جائے تو بچوں کی تربیت اچھی ہو گی۔ اور وہ معاشرے کے مفید شہری بن کر ابھریں گے۔ اور معاشرہ ترقی کرے گا۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ والدین کو امتِ مسلمہ کی نئی نسل کی تعمیر و تہذیب اور تربیت کرنے کی سمجھ بوجھ اور فہم عطا فرمائے۔

توحید اور وجودِ باری تعالیٰ

تحریر: ڈاکٹر فرح ناز، صدر منہاج القرآن ویمن لیگ حصہ اول: (قسط نمبر 8)

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ العالی نے خطابات 2024ء میں ہمارے دل و دماغ میں توحید اور وجود باری تعالیٰ کے عقیدے کو اس قدر پختہ کیا کہ اللہ کے وجود کا اقرار ہی انسانی زندگی کا سب سے بنیادی تقاضا ہے۔اُمید ہے کہ ان خطابات سے انسانی زندگی پر انمٹ اثرات مرتب ہوں گے۔

عقیدہ توحید کے اقرار سے ہمارے دل و دماغ پر یہ اثر مرتب ہوتا ہے کہ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں تمام لوگ بحیثیت انسان برابر ہیں۔یہی وہ بنیاد ہے جس سے معاشرے میں مساوات اور فکری اتحاد کا فروغ ہوتا ہے۔اسی سے معاشرتی امن ممکن ہے۔یہی وہ عقیدہ ہے جس سے انسان میں آزادی و حریت، خود داری، بہادری و بے خوفی اور وسعتِ نظری پیدا ہوتی ہے اور معاشرہ بلند فکر و عزم و استقلال کی صفات سے متصف ہوتا ہے۔

اس کے برعکس رب تعالیٰ کا انکار انسان کو مادہ پرستی کی طرف لے جاتا ہے اور مادہ پرستی انسان کو مصلحت کوشی سکھاتی ہے۔انسان ذاتی مصالح اور مفاد کو اجتماعی اور معاشرتی مفاد پر ترجیح دیتا ہے، یہاں تک کہ وہ بلا تکلف و بلا جھجک قومی مفاد کو ذاتی

مفاد پر قربان کر دیتا ہے اور ذاتی مفاد کی خاطر دشمنوں کے ساتھ بھی قومی و ملکی مفاد کا سودا کرنے میں اسے خوف نہیں ہوتا۔

مادی ترقی کے دلدادہ تہذیب مغرب سے متاثر مسلم نوجوانوں کے ذہنوں میں مذہب بیزاری کی سوچ اور فکر پروان چڑھ رہی ہے حالانکہ اقرار توحید انسان کے اندر انقلاب کا جذبہ جو اسے اللہ کی راہ میں نکلنے اور قربانی دینے کا شوق پیدا کرتا ہے۔خدا کے وجود کو ماننے والا مطمئن اور پر سکون رہتا ہے۔رب تعالیٰ کے وجود کو ماننے والا کبھی شکوہ شکایت نہیں کرتا۔اس کا یہ پختہ عقیدہ ہوتا ہے کہ جو کچھ ہو رہا ہے اللہ کے اذن سے ہو رہا ہے۔وہ کسی کی فکر نہیں کرتا بلکہ سب کچھ اللہ پر چھوڑتا ہے۔اہم بات یہ ہے کہ جب زندگی میں کوئی راستہ نظر نہ آئے تب اللہ پر ایمان اور یقین راستہ دکھاتا ہے۔

نسلِ نو کے ایمان و عقیدہ کو بچانے اور الحاد و بے دینی کے اس بڑھتے ہوئے طوفان کو روکنے کے لئے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ العالی کے ان خطابات سے بیمار ذہنوں پر مثبت اثرات کی توقع کی جاسکتی ہے۔آپ نے خدا کی تلاش کے لئے اسلاف کی مثالیں دے کر سمجھایا کہ رب کو پانے کے لئے قلوب و ارواح کی طہارت ضروری ہے۔آپ فرماتے ہیں:

”ہم مادی دنیا کی چکاچوند سے لو لگا کے دل میں دنیا کے بت پال رہے ہیں ،ہمارا دل گویا ایک بت خانہ (temple) ہے۔ہم نے اس دل میں، مال ودولت،طاقت وسلطنت اور عزت و جاہ و منصب کے بت تعمیر کر رکھے ہیں اور”ان“ کی پوجا کرتے ہیں۔اپنے نفس کی راحت کے سوا ہم کسی چیز کے طلبگار نہیں۔ہمارے شب و روز نفس کے بت کی پوجا میں بسر ہو رہےہیں جب دل مادی دنیا کی مال دولت، عزت طاقت، جاہ و منصب کے حرص کے سوا کچھ نہ ہو اور وہ چاہے کہ محض چند لمحوں کی یاد الٰہی سے اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی ہو جائے اور میں اللہ سے مل جاؤں تو راستے اس طرح نہیں ملتے۔“(اقتباس از خطاب شیخ الاسلام، خطاب نمبر: خطاب نمبر: Ca-15، 4 اپریل 2024ء)

جس کا جو عقیدہ ہوتا ہے ویسا ہی اس کا عمل ہوتا ہے۔انسان کے قلب و روح کو ایمانی قوت و توانائی عقیدہ صحیحہ سے ملتی ہے۔یہ عقیدہ ہی ہے جس کی بدولت طاقتور

، وسیع القلب اور وسیع المزاج، مضبوط ترین شخصیت ترتیب پاتی ہے۔اعمال صالح کی قبولیت اور آخرت میں اجرو ثواب کا دارو مدار عقیدہ صحیحہ پر ہے۔اللہ رب العزت جو وحدہ لاشریک اور واجب الوجود ہے۔اس کی ذات وصفات ، اسماء و افعال اور احکام میں کوئی بھی شریک نہیں ہے۔ شیخ الاسلام نے اپنے خطابات میں جدید تعلیم یافتہ طبقات کے ذہنوں میں جنم لینے والے مغالطوں کا ازالہ 'خداکو کیوں مانیں؟' کے عنوان پر ٹھوس دلائل مرتب کیے ہیں۔ان کے خطابات کا مرکز و محور الحاد کا قلع قمع کرکے خدائے واحد لا شریک کو ماننا ہے۔خدا کو ماننے سے ہمارے زندگی پر ہونے والے نتائج و اثر ات انفرادی بھی ہیں اور اجتماعی بھی مثال کے طور پر

1) خدا کے وجود پر ایمان رکھنے والا انسان تنگ نظر نہیں ہوتا

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے خطابات 2024ء سے قلوب و اذہان پر لامحالہ یہ اثر مرتب ہوتا ہے کہ ایک خدا کے وجود پر ایمان رکھنے والا مسلمان کبھی تنگ نظر نہیں ہو سکتا ' وہ وسیع الظرف ہوتاہے۔کیونکہ وہ ایسے خدا کو ماننے والا ہوتا ہے جو زمین وآسمان 'مشرق ومغرب اور تمام جہانوں کا مالک ہے۔اس لئے وہ لسانی ، علاقائی اور رنگ ونسل کی بنیاد پر تقسیم نہیں ہوتا۔ ایک مومن جس کی نسبت درِ رسول ﷺ سے ہو اس کی سوچ آپ کے تصدق سے بڑی وسیع ہوتی ہے وہ ہر وقت مخلوقِ خدا کی بھلائی اور بہتری کے لئے کوشاں ہوتا ہے۔

بازو تیرا توحید کی قوت سے قوی ہے
اسلام تیرا دیس ہے، تو مصطفوی ہے

2) خدا کا تصور انسان کے اندر بلا کی غیرت پیدا کرتا ہے

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے خطابات 2024ء سے ہماری زندگیوں میں یہ یقین پختہ ہو جاتا کہ ہر مشکل اور مصیبت میں میرا حاجت روا اور مشکل کشا صرف اللہ ہی ہے چنانچہ وہ ہر معاملہ صرف اللہ کے سپرد کرتا ہے۔ایک رب کو ماننے والا مسلمان غیرت مند اور بہادر ہوتا ہے کیونکہ وہ یقین کے ساتھ اچھی طرح یہ جان لیتا ہے کہ تمام طاقتوں کا مالک اللہ تعالٰی ہے، جس سے عزت نفس کو تقویت ملتی ہے۔ایسا انسان کسی سے ڈرتا بھی نہیں ہے اور وہ کسی مقام پر بھی عزت نفس کو داؤ پر نہیں لگاتا۔

3) خدا کا تصور انسان کے اندر عاجزی پیدا کرتا ہے

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے خطابات 2024ء سننے کے بعد ہمارے اعتقاد میں یہ بات راسخ ہو جاتی ہے کہ میری تمام تر صلاحیتیں اللہ ہی کی طرف سے عطا کردہ ہیں اس طرح وہ اپنی صلاحیتوں پر مغرور نہیں ہوتا بلکہ ایک خدا کو ماننامزاج میں عجز پیدا کرتاہے۔ایسا انسان انانیت اور تکبر کو دل سے نکال دیتا ہے۔جب انسان کو یہ یقین ہو کہ میرے پاس جو کچھ بھی ہے میرے رب کا عطاکردہ ہے، ذاتی کچھ بھی نہیں ہے۔پھر وہ کبھی غرور اور تکبر کا شکار نہیں ہوتا۔جیسے جیسے نعمتیں بڑھتی جاتی ہیں ویسے ویسے پیشانی جھکتی چلی جاتی ہے۔جب کوئی شخص اللہ کیلئے عاجزی اختیار کرتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اسے مزید عزت عطا کرتا ہے۔

4) ایک رب کوماننے والا کبھی بھی ناانصاف نہیں ہوتا

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے خطابات 2024ء کا ایک معاشرتی اثر یہ بھی ہے کہ ایک سچا اور مخلص بندہ ایک خدا کو ماننے والا ظالم نہیں ہوتا، اس کی کیا وجہ ہوسکتی ہے؟ کہ وہ عادل ہوتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نہ صرف زبردست عدل وانصاف کر نے والا ہے بلکہ عدل کرنے کے عمل اور عدل کرنے والے کو پسند کرتا ہے۔اس کے اندر یہ تین احساسات پیدا ہوتے ہیں:

1۔خدا خوفی کا احساس

2۔جوابدہی کا احساس

3۔اور یہ یقین کہ خدا دیکھ رہا ہے۔

یہ امر ہمیشہ اس کے پیش نظر رہتا ہے کہ اگر میں کسی کے ساتھ ناانصافی کروں تو میرا مالک مجھے دیکھ رہا ہے۔مجھے اسکے حضور حاضر ہونا ہے۔وہ روزِ قیامت میرا حساب کتاب کرے گا۔مجھے رب تعالیٰ کے حضور اپنے ہر ظلم کا حساب دینا پڑے گا۔لہذا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حقیقی، مخلص اور فرمانبردار لوگ منصف مزاج بن جاتے ہیں کیونکہ اس وقت دنیا میں ہر کمپنی surveillance camera کے ذریعے نگرانی کا نظام اور قانون بنا رہی ہے اور اس پر عمل در آمد بھی کر رہی ہے۔اس مقصد کے لئے جدید آلات اور ٹیکنالوجی کے بہت سارے کیمرے نصب کیے جا رہے ہیں۔

ایک اندازے کے مطابق مڈل ایسٹ کے اندر 75 سے 80 لوگوں پر ایک کیمرہ ہے۔ چائنا میں کم و بیش 05 کروڑ سے زائد کیمرے ہیں تقریباً ہر دو آدمیوں پر ایک کیمرہ لگا ہوا ہے۔UK میں ایک آدمی جو صبح گھر سے نکلتا ہے اور شام تک جب اپنے گھر واپس آتا ہے تو 70 مرتبہ وہ کسی نہ کسی کیمرے کے لینز (Lense) میں ریکارڈ ہو رہا ہوتا ہے۔

ہمارے ہاں ایک جملہ ہر جگہ لکھا نظر آتا ہے۔

" خبردار کیمرے کی آنکھ آپ کو دیکھ رہی ہے؟"

حتیٰ کہ مساجد کے باہر بھی لکھا ہوتا ہے۔تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اس سے ہمارا مسئلہ حل ہو گیا؟ اس کے برعکس یہ احساس اور یقین کہ وہ کونسی ہستی ہے جس کے دیکھنے کا احساس اگر میرے اوپر غالب آ جائے تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔

وہ احساس جب بیدار ہوگا تب ہی کرائم فری سوسائٹی پیدا ہوگی اور نا انصافی ختم ہوسکے گی۔یہ احساس کہ

Our every action is being recorded and you are under observation, someone is monitoring you.

تب ہی ہم احساس ذمہ داری کے ساتھ پُر سکون اور مطمئن زندگی گزار سکیں گے لہٰذا ہمیں اس احساس کو اُجاگر کرنے کی ضرورت ہے۔کیونکہ ہم جو دوسروں کی دل آزاری کر رہے ہیں، اپنے لہجوں سے اور اپنی آنکھوں سے stareکرکے اس نا انصافی کو کیسے پکڑیں گے؟ لہذا صرف اور صرف اللہ کے وجود کا یقین او راس کا خوف ہی انسان کو انسان کے ساتھ زیادتی کرنے سے روک سکتا ہے۔

خدا خوفی کے اس حکم پر عمل کرنے کی ہم کوشش نہیں کر رہے بلکہ ہم حق مانگنے کی جدوجہد کو فرض ادا کرنے کی جدوجہد پر ترجیح دیئے ہوئے ہیں۔اور نتیجے میں زیادتی پر زیادتی ہوتی چلی جا رہی ہے۔لہذا اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔

5) خدا کو ماننے کا عقیدہ انسان کے اندر اپنی اصلاح کی فکر پیدا کرتا ہے

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے خطابات 2024ء سے ہماری زندگیوں پر جو فکری اثرات مرتب ہوتے ہیں وہ یہ کہ اپنے حق کے لیے لڑنا، آواز اٹھانا اور اس کی

فکر کرنا یا اپنے فرائض کی ادائیگی اور بالخصوص فکرِ جوابدہی ٹھیک عمل ہے؟خدا کو ماننے کا مطلب یہی ہے کہ ہر انسان کے اندر باضابطہ طور پر فکر جوابدہی کا احساس بیدار ہو جائے اور وہ دوسروں کی حق تلفی سے باز آ جائے۔اس وقت دنیا کی صورتحال یہ ہے کہ دوسروں کے حق مارے جاتے ہیں۔مغربی نکتہ نظر یہ ہے کہ حقوق کے حصول کی موومنٹ ہو۔اپنے حق کے لئے اواز اٹھائیں، احتجاج کریں اور سڑکوں پر آجائیں۔صرف 'حق مانگو' حق کی موومنٹ ہو۔حق کی آگہی مہم ہو۔یہ باقاعدہ طور پر پوری ایک موومنٹ ہے جس کو ہم civil rights movement کہتے ہیں اور یہ مغربی دنیا میں زور و شور سے چل رہی ہے۔پچھلے ایک سو یا سوا سو سال میں یہ مہم بہت زیاد بڑھی ہے جبکہ ہمارا ماننا یہ ہے کہ اس طرح نا تو حق مل رہا ہے اور نا ہی ملے گا۔

مثال کے طور پر اگر دیکھا جائے تو مزدوروں کے حقوق کی موومنٹ کے نتیجے میں ہم مزدوروں کا دن منانے میں کامیاب تو ہوئے ہیں مگر مزدوروں کا حق دینے میں کامیاب نہیں ہوئے۔

اسی طرح دیکھا جائے تو عورتوں کے حقوق کی بہت ساری مہمات کے باوجود بھی مغربی خاتون خوش اور مطمئن نظر نہیں آتی۔نیز نفسیاتی عوارض کی دواؤں کی فروخت بھی دنیا کے اُسی خطے میں زیادہ ہے۔مزید برآں یہ کہ سروے کے ذریعے پتہ لگایا جاسکتا ہے کہ جہاں ایسی تحریکیں چل رہی ہیں کیا وہاں متعلقہ مسائل حل ہوگئے ہیں؟

لہٰذا اس بات سے ہرگز انکار نہیں ہے کہ زیادتی اور حق تلفی نہیں ہو رہی بلکہ زیادتیاں ہو رہی ہیں مگر اُن کے حل کے لیے یہ تحریکیں کافی نہیں ہیں کیونکہ یہ وہ محدود کوشش اور طریقہ ہے جو انسان کی سمجھ میں آیا۔

اہم سوال یہ ہے کہ اللہ نے اس مسئلہ کے حل کی کیا حکمت عملی دی ہے؟

وہ یہ ہے کہ ”ہر انسان اپنے عمل کی جوابدہی کے احساس کے ساتھ زندگی گزارے یہ احساس ذمہ داری اور شعور اس کے اندر پیدا کیا جائے۔“

یہ ہے فکرِ جوابدہی۔اب یاد رہے کہ فکرِ جوابدہی پیدا ہوگی صرف فکر آخرت سے اور فکر آخرت ایمان کا سب سے متحرک اور فعال جزو ہے، کہ انسان کو ہر گھڑی یہ احساس ہو کہ مجھے واچ کیا جا رہا ہے میں جوابدہ ہوں اور میرا عمل تولا جائے گا۔ارشاد فرمایا:

وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ (الحدید، 57: 4)

”وہ تمہارے ساتھ ہوتا ہے تم جہاں کہیں بھی ہو۔“

تو پتہ یہ چلا کہ اگر دنیا میں ہر انسان اپنے فرض کی ادائیگی کی فکر کرے اپنے حق کے حصول کی فکر سے زیادہ تو یہ عمل انسان کے اندر اس کی اصلاح کی فکر پیدا کرے گا جس کے نتیجے میں اس کو ایمان اور شعور نصیب ہوگا۔

6۔ایک خدا کو ماننا انسان کو بہادر بناتا ہے

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے خطابات 2024ء ہمارے ایمان و یقین پر بڑے مثبت اثرات کا باعث ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو رب ماننے والا بزدل نہیں ہوتا وہ کبھی

کمزور بات نہیں کرتا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ جس معبود پر اس کا ایمان ہے وہ زبردست قوت والا ہے۔اسے اللہ کی مدد ونصرت اور اسی کے پیر کامل ہونے کا یقین ہوتا ہے۔ کسی بڑے سے بڑے فرعون صفت شخص کا خوف بھی اپنے دل میں نہیں لاتا۔ وہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات سے ڈرتا ہے اور اسی کے سامنے جھکتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ جس معبود پر اس کا ایمان ہے وہ زبردست قوت والا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (الاحقاف، 13/46)

”بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر انہوں نے استقامت اختیار کی تو ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگیں ہوں گے۔“

لہذا وہ سراپا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ کا پیکر بن جاتے ہیں۔یہ بھی رب کریم کا ارشاد ہے:

لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا (التوبۃ، 9: 40)

”غمزدہ نہ ہو بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔“

تو لا محالہ ایک خدا کو ماننے والا باقی دنیا سے بے خوف ہوتاہے۔دین دشمن طاقتوں کےسامنے وہ سیسہ پلائی دیوار کی مانند ہوتا ہے۔ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جرأت کے ساتھ بات کرسکتا ہے۔لہذا اس دور میں نوجوان نسل کو شک اور ابہام کے گرداب سے نکالنے اور ہدایت کی پر یقین راہوں پر ڈالنے کا جو فریضہ حضور شیخ الاسلام نے اپنے امسال کے خطابات 2024ء کے ذریعے ادا کیا ہے وہ انسانیت کو بے چینی سے نکال کر حالت یقین میں لانے کے لئے اپنی مثال آپ ہے۔کیونکہ ہدایت کی ابتداء شک کے ختم ہونے سے ہوتی ہے۔اس کے حصول کے لئے حضور شیخ الاسلام نے جو تدبیر عطا کی وہ یہ کہ

ایسی ساری جگہیں، دوستیاں، تعلقات، محبتیں، سنگتیں اور وہ سارا سننا اور دیکھنا جن سے تشکیک و تذبذب پیدا ہونے کا امکان ہو ان کو خیر باد کہنا ہوگا۔اس کے سوا کوئی اور آپشن نہیں ہے۔اگر ان کو برقرار رکھ کر ہم ایمان بالغیب، تقویٰ، یقین، کامیابیاں اور ہدایت لینا چاہیں تو یہ بات قطعی ناممکن اور اللہ تعالیٰ کے قانون کے خلاف ہے۔

(جاری ہے)

اُسوۂ سیدۂ کائنات سلام اللہ علیہا

منہاج القرآن ویمن لیگ کی نہج حیات

مرتبہ: ثناء وحید

منہاج القرآن ویمن لیگ اپنے 37 ویں یوم تاسیس کے سعید موقع پر اتباع واطاعت سیدۂ کائنات سلام اللہ علیہا پر مبنی تعلیمات کی روشنی میں اسوۂ خاتونِ جنت کی پیروی کو اپنا مقصد زیست بنانے اور اُن کے قدوم میمنت لزوم کے نقوش پر چلنے کے عہد کی تجدید نو کرتی ہے۔ منہاج القرآن ویمن لیگ کے 37 ویں یوم تاسیس کے پر مسرت موقع پر مبارکباد کے درج ذیل پیغامات موصول ہوئے۔

چیئرمین کونسل ڈاکٹر حسن محی الدین القادری

منہاج القران ویمن لیگ نے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے اصلاح احوال و اصلاح معاشرہ اور تجدید دین کے ویژن کو جس دینی لگن اور احساس ذمہ داری کے ساتھ عامۃ الناس تک پہنچایا ہے وہ اپنی مثال آپ اور ہر اعتبار سے مثالی اور قابل تقلید ہے۔ یومِ تاسیس کے تاریخی موقع پر انہیں مُبارکباد دیتا ہوں۔

صدر منہاج القرآن انٹرنیشنل ڈاکٹر حسین محی الدین القادری

منہاج القرآن ویمن لیگ قرآن و سنت کی تعلیمات کی روشنی میں "ویمن امپاورمنٹ" کے لیے انتہائی ذمہ دارانہ اور فعال دینی کردار ادا کر رہی ہے، اس دعوتی مشن اور مساعی سے مستفید

ہونے والی خواتین اور بچوں کی تعداد لاکھوں میں ہے۔ منہاج القرآن ویمن لیگ کی بہنیں اس خدمت اور کامیابی پر مبارک باد کی مستحق ہیں۔

ڈاکٹر غزالہ حسن قادری

یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ معاشرتی تعمیر و ترقی میں خواتین کے کردار اور ان کے مقام و مرتبہ کو کسی صورت نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مد ظلہ العالی نے اپنی عالمی تحریک، تحریک منہاج القرآن کے مرکزی ڈھانچے میں نہ صرف خواتین کو نمایاں مقام دیا بلکہ ان کی شناخت اور اہمیت کے پیشِ نظر مسلم خواتین کی نمائندہ تنظیم کے طور پر منہاج القرآن ویمن لیگ کے نام سے ۵ جنوری ۱۹۸۸ کو ایک مکمل فورم کی بنیاد رکھی جس کا مقصد تعلق باللہ، ربطِ رسالت ﷺ اور رجوع الی القرآن کے ذریعے مسلم خواتین کی فکری، روحانی، اخلاقی اور عملی تربیت کے ساتھ ساتھ ویمن امپاورمنٹ کے لیے عالمگیر کردار ادا کرنا تھا۔ بحمدہ تعالیٰ منہاج القرآن ویمن لیگ گزشتہ تین دہائیوں سے شاندار تنظیمی و تحریکی کردار اور فکری و نظریاتی جد وجہد سے دنیا کے 30 سے زائد ممالک میں اپنا مؤثر وجود قائم رکھے ہوئے ہے۔

میں آج منہاج القرآن ویمن لیگ کے یومِ تاسیس کے موقع پر بانیٔ تحریک شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری، مادرِ تحریک بیگم رفعت جبین قادری اور اندرون و بیرون ممالک میں سابقہ و موجودہ عہدیداران و کارکنان اور دیگر وابستگان کو خصوصی مبارکباد پیش کرتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ منہاج القرآن ویمن لیگ سے وابستہ ہر خاتون کو پُرعزم ارادوں، صدق و اخلاص اور صبر و استقامت کے ساتھ خدمتِ دین کے اس عظیم مشن سے وابستہ رکھے۔ (آمین بجاہ سید المرسلین)

محترمہ فضہ حسین قادری

اس دورِ حوادث میں کہ جب معاشرے میں اسلامی اقدار تہہ و بالا ہو چکی ہیں اور فہمِ دین اُجاگر کرنا ناگزیر ہو گیا ہے، منہاج القرآن ویمن لیگ خواتین میں بیداریٔ شعور کا مجاہدانہ کردار ادا کر رہی ہے۔ گزشتہ سینتیس برس میں منہاج القرآن ویمن لیگ نے خواتین میں علم و آگہی اور ادراک و فراست کے وہ چراغ فروزاں کئے ہیں کہ جن کی ضیاء سے اطراف و اکنافِ عالم منور ہے۔ ویمن لیگ کے 37 ویں یومِ تاسیس پر دنیا بھر سے اس کی تمام تر وابستگان، عہدیداران اور کارکنان کو ہدیۂ تہنیت پیش کرتی ہوں۔

ڈاکٹر فرح ناز (صدر منہاج القرآن ویمن لیگ پاکستان)

منہاج القرآن ویمن لیگ اس دورِ زوال و انحطاط میں وہ شمعِ فروزاں ہے کہ جس کی تابندگی نے ذہنوں پہ چھائی گرد مٹا کر حقیقی اسلامی تعلیمات کا ادراک دیا ہے۔ ویمن لیگ کے پلیٹ فارم سے خواتین کو باشعور، باوقار اور خود مختار بنانے کے لئے دنیا بھر میں منعقد کردہ کیمپس، کانفرنسز اور حلقہ جات کی نظیر نہیں ملتی۔ ویمن لیگ سے وابستہ ہر بہن اور ہر بیٹی زندگی کے تمام تر شعبہ جات میں خود کو منوا کر ملک و ملت کا فخر ثابت ہوئی ہے۔ 37 ویں یومِ تاسیس پر معاشرے کی بہترین خواتین کو پروان چڑھانے پر منہاج القرآن ویمن لیگ کو تہہِ دل سے سلام پیش کرتی ہوں۔

سدرہ کرامت علی (نائب صدر ویمن لیگ)

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے منہاج القرآن ویمن لیگ کی صورت میں اُمتِ مسلمہ کے طبقۂ نسواں پر ایک احسانِ عظیم کیا ہے۔ منہاج القرآن ویمن لیگ خواتینِ اسلام کو دینی، روحانی، اخلاقی، معاشرتی اور علمی تربیت بطریقِ احسن فراہم کر رہی ہے۔ خواتین کو اُن کے حقوق و فرائض اور تشکیلِ معاشرہ میں اُن کے کردار سے روشناس کروانے کا سہرا بھی ویمن لیگ کے سر ہے۔ سینتیس سال پر محیط ایک عہدِ لازوال پر ویمن لیگ سے وابستہ ہر فرد کو ہدیۂ تبریک پیش کرتی ہوں۔

ام حبیبہ اسماعیل (ناظمہ زونز(بی))

تحریک منہاج القرآن کے پلیٹ فارم سے منہاج القرآن ویمن لیگ خواتین کا منظّم اور مربوط فورم ہے جو خواتین میں شعوری، علمی، فکری، اخلاقی اور روحانی اقدار کے احیاء کے لیے اپنا بھرپور کردار ادا کر رہا ہے۔ اس فورم میں مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والی خواتین معاشرے میں اپنا مفید اور تعمیری کردار ادا کر رہی ہیں۔

منہاج القرآن ویمن لیگ گزشتہ تین دہائیوں میں شاندار تنظیمی و تحریکی کردار اور فکری و نظریاتی جد و جہد سے نہ صرف پاکستان میں ضلع لیول سے یونٹ بلکہ دنیا کے 30 سے زائد ممالک میں اپنا موثر وجود قائم رکھے ہوئے ہے میں 37 ویں یوم تاسیس کے موقع پر ہر سطح پر خدمات سرانجام دینے والی بہنوں کو مبارکباد پیش کرتی ہوں اور دعا گو ہوں کہ اللہ رب العزت ہمیں تادم آخر اس مصطفوی مشن کے ساتھ استقامت سے وابستہ رکھے آمین

ثناء وحید (ایڈیٹر دختران اسلام)

جنوری 1988 کے دن ہمارے عظیم قائد ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے منہاج القرآن ویمن لیگ کی بنیاد رکھی جس کا مقصد سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا اور سید زینب سلام اللہ علیہا کے کردار کو اجاگر کرنا ہے اور خواتین کے لیے رول ماڈل کے طور پر پیش کرنا ہے۔ میں سمجھتی ہوں کے اس پر فتن دور میں منہاج القران ویمن لیگ ایک نعمت ہے۔

اللہ کے حضور اس بات پر شکر گزار ہوں کے میں اس قافلے کا حصہ ہوں جو علم کی طاقت اور نور کے ذریعے نسلوں کی زندگی بدل رہا ہے۔

محترمہ لبنیٰ مشتاق (ڈائریکٹر عرفان الہدایہ ڈیپارٹمنٹ)

منہاج القرآن ویمن لیگ کی تمام بہنوں کو صمیم قلب سے 37 ویں یوم تاسیس کی مبارکباد پیش کرتی ہوں۔ منہاج القرآن ویمن لیگ چمنستانِ منہاج کا تابندہ ستارہ ہے جو معاشرے کی خواتین کے اندر دین کے فہم، خدمت دین کا جذبہ، مصطفوی معاشرے کے قیام اور شعور کو بیدار کرنے میں ہر لحظہ ہر قدم پر چمکتا نظر آتا ہے۔ عصر حاضر میں سیدہ کائنات حضرت فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کے اسوہ کی پیروی کا علم اٹھائے ہوئے بطور خاتون دین اسلام کی آبیاری میں منہاج القرآن ویمن لیگ اپنی مثال آپ ہے دنیا میں اسکی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ منہاج القرآن ویمن لیگ کے 37 ویں یوم تاسیس کے موقع پر میں ان تمام ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کو مبارکباد پیش کرتی ہوں جو اس قافلے (جس کی منزل مکین گنبدِ خضریٰ ہیں) میں شریک ہیں اور اپنے جذبوں کو زندہ رکھتے ہوئے خدمت دین میں اپنا بہترین کردار ادا کر رہی ہیں۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ صحبت و تربیت شیخ

میں اسی طرح ہمارے جذبوں کو تازگی اور حدت ملتی رہے جس سے خدمت دین اور اصلاح احوال امت کا علم بلند رہے اور سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا کی مقبول غلامی نصیب ہو۔ آمین

Ayesha Mubashir (Nazima department (A)

In the era of challenges, despair and agony, Minhaj-ul-Quran Women League is the perfect source of ideological, spiritual, emotional, and social rise with knowledge, peace and positivity. We proudly represent not only women of a specific region but also the women of globe. We stand by the suppressed. We always lend a helping hand to deprive. We intelligently collaborate to unite the scattered segments. Hence, we, through the multifunctional platform of Women League, always excel to the excellence of the social panorama.

Let's celebrate the 37th foundation day of Minhaj-ul-Quran Women League, join hand with us, and come step by step forward with us, as we are meant to lead.

خواتین میں بیداری شعور و آگہی کے لیے کوشاں

ماہنامہ دختران اسلام لاہور

کی سالانہ خریداری حاصل کریں

زیر سرپرستی
شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری
بیگم رفعت جبین قادری

فی شمارہ: 60 روپے
سالانہ خریداری: 700 روپے

اپنے علاقے میں موجود پبلک لائبریریز، کالجز، سکولز، عوامی مقامات، دوست احباب اور علاقے کی موثر شخصیات کو سالانہ خریداری کی صورت میں تحفہ بھجوائیں

365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور فون: 042-5169111-3, 111-140-140 Ext: 149
Whatsapp: 0305-4547289, 0300-8105740
www.minhaj.info, Email: sisters@minhaj.org

اسلامی تعلیمات اور سالِ نو

سمیہ اسلام

دنیا کے تمام مذاہب اور قوموں میں تہوار اور خوشیاں منانے کے مختلف طریقے ہیں۔ ہر ایک تہوار کا کوئی نہ کوئی پس منظر ہمیشہ ہوتا ہے اور ہر تہوار کوئی نہ کوئی پیغام دے کر جاتا ہے، جن سے نیکیوں کی ترغیب ملتی ہے اور برائیوں کو ختم کرنے کی دعوت ملتی ہے؛ لیکن افراد میں بگاڑ آنے کی وجہ سے ان میں ایسی بدعات و خرافات بھی شامل کر دی جاتی ہیں کہ ان کا اصل مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔ جیسے جیسے دنیا ترقی کی منازل طے کرتی گئی اور مہذب ہوتی گئی انسانوں نے کلچر اور آرٹ کے نام پر نئے جشن اور تہوار وضع کیے انھیں میں سے ایک نئے سال کا جشن ہے۔

دراصل یہ نئے سال کا جشن عیسائیوں کا ایجاد کیا ہوا ہے، عیسائیوں میں قدیم زمانے سے نئے سال کے موقع پر جشن منانے کی روایت چلتی آ رہی ہے، اس کی ایک وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ ان کے عقیدے کے مطابق 25 دسمبر کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی، اسی کی خوشی میں کرسمس ڈے منایا جاتا ہے، جس کی وجہ سے پوری دنیا میں جشن کی کیفیت رہتی ہے اور یہی کیفیت نئے سال کی آمد تک برقرار رہتی ہے۔

نئے سال کے جشن میں پورے ملک کو رنگ برنگی لائٹوں اور قمقموں سے سجایا جاتا ہے اور 31 دسمبر کی رات میں 12 بجنے کا انتظار کیا جاتا ہے اور 12 بجتے ہی ایک دوسرے کو مبارک باد دی جاتی ہے۔ کیک کاٹا جاتا ہے، ہر طرف ہیپی نیو ائیر کی صدا گونجتی ہے، آتش بازی کی جاتی ہے اور دیگر ممالک

میں مختلف نائٹ کلبوں میں تفریحی پروگرام رکھا جاتا ہے، جس میں شراب وشباب اور ڈانس کا بھرپور انتظام رہتا ہے۔

آج ان عیسائیوں کی طرح بہت سے مسلمان بھی نئے سال کے منتظر رہتے ہیں اور 31 دسمبر کا بے صبری سے انتظار رہتا ہے، ان مسلمانوں نے اپنی اقدار وروایات کو کم تر اور حقیر سمجھ کر نئے سال کا جشن منانا شروع کر دیا ہے؛ جب کہ یہ عیسائیوں کا ترتیب دیا ہوا نظام تاریخ ہے۔ مسلمانوں کا اپنا قمری اسلامی نظام تاریخ موجود ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے مربوط ہے جس کا آغاز محرم الحرام سے ہوتا ہے یہی اسلامی کیلینڈر ہے؛ لیکن افسوس تو یہ ہے کہ ہم میں سے اکثر کو اس کا علم بھی نہیں ہو پاتا۔

آج مسلمانوں نے دیگر اقوام کی دیکھا دیکھی بہت سی ان چیزوں کو اپنی زندگی کا حصہ بنالیا اور انہیں اپنے لیے لازم وضروری سمجھ لیا؛ جو دین ودنیا دونوں کی تباہی وبربادی کا ذریعہ ہیں۔ ایک سال کا اختتام اور دوسرے سال کا آغاز اس بات کا کھلا پیغام ہے کہ ہماری زندگی سے ایک سال کم ہو گیا، حیات مستعار کا ایک ورق الٹ گیا اور ہم موت کے مزید قریب ہو گئے، اس لحاظ سے ہماری فکر اور ذمہ داری اور بڑھ جانی چاہیے، ہمیں پوری سنجیدگی کے ساتھ اپنی زندگی اور وقت کو منظم کر کے اچھے اختتام کی کوشش میں لگ جانا چاہیے اور اپنا محاسبہ کر کے کمزوریوں کو دور کرنے اور اچھائیوں کو انجام دینے کی سعی کرنی چاہیے؛ مگر افسوس صد افسوس! اس کے برعکس دیکھا یہ جاتا ہے کہ عیسوی سال کے اختتام اور نئے سال کے آغاز پر مغربی ممالک کی طرح ہمارے ملک کے بہت سارے مسلم اور غیر مسلم بالخصوص نوجوان لڑکیاں اور لڑکے، دھوم دھام سے خوشیاں مناتے ہیں، آتش بازی کرتے ہیں، کیک کاٹتے ہیں اور پھر اظہار مسرت کے اس بے محل موقع پر وہ جائز اور مناسب حدود سے نکل کر بہت سے ایسے کام بھی کرتے ہیں؛ جنہیں ایک سلیم العقل انسان اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتا، اور نہ ہی انسانی سماج کے لیے وہ کام کسی طرح مفید ہیں؛ بلکہ نگاہ بصیرت سے دیکھا جائے تو حد درجہ مضر ہیں۔

المیہ یہ ہے کہ آج ہم پر مغربی ثقافت کا ایسا رنگ چھایا ہم بھول ہی گئے کہ اسلامی سال کی ابتداء محرم کے مہینے سے ہوتی ہے اور اختتام ذوالحجہ کے مہینے پر ہوتا ہے — ہمارے کیلنڈروں پر انگریزی تاریخ ہی درج ہوتی ہے، دفاتر میں انگریزی تاریخ والا کیلنڈر، ملازمین کی تنخواہیں اسی کیلنڈر کے مطابق، چھٹیاں بھی ان ہی تاریخوں کے حساب سے، گویا کہ اسلامی مہینوں کی تاریخیں محض رمضان المبارک اور عیدین کے ساتھ ہی معلق ہو کر رہ گئیں۔ جبکہ اسلامی مہینوں کی بنیاد چاند کے گھٹنے اور بڑھنے پر ہے جس کا ادراک ایک عام ان پڑھ آدمی بھی کر سکتا ہے پھر دوسری طرف اسلامی مہینوں کے نام شریعت

نے وضع کئے اور چاند کے گھٹنے اور بڑھنے کو ان کی بنیاد قرار دیا گویا کہ اسلامی سال اور مہینوں کا نظام ایک باقاعدہ ترتیب شدہ اور اعلی و معیاری ہے اور ہم ہوش مند مسلمانوں نے معیاری چیز کو چھوڑ کر غیر معیاری اور گھٹیا چیز کو سینے سے لگالیا۔

غور کیا جائے تو نیا سال ہمیں دینی اور دنیوی دونوں میدانوں میں اپنا محاسبہ کرنے کی طرف متوجہ کرتا ہے کہ ہماری زندگی کا جو ایک سال کم ہو گیا ہے اس میں ہم نے کیا کھویا اور کیا پایا؟ کیوں کہ وقت کی مثال تیز دھوپ میں رکھی ہوئی برف کی اس سیل سے دی جاتی ہے؛ جس سے اگر فائدہ اٹھایا جائے تو بہتر ورنہ وہ تو بہر حال پگھل ہی جاتی ہے۔

گزرا ہوا سال تلخ تجربات، حسیں یادیں، خوشگوار واقعات اور غم والم کے حادثات چھوڑ کر رخصت ہو جاتا ہے اور انسان کو زندگی کی بے ثباتی اور ناپائیداری کا پیغام دے کر الوداع کہتا ہے، سال ختم ہوتا ہے تو حیات مستعار کی بہاریں بھی ختم ہو جاتی ہیں اور انسان اپنی مقررہ مدت زیست کی تکمیل کی طرف رواں دواں ہوتا رہتا ہے۔

یہ مختلف طرح کے جشن یہود و نصاری اور دوسری قوموں میں منائے جاتے ہیں؛ جیسے: مدرز ڈے، فادرز ڈے، ویلنٹائن ڈے، چلڈرنز ڈے اور ٹیچرس ڈے وغیرہ؛ اس لیے کہ ان کے یہاں رشتوں میں دکھاوا ہوتا ہے۔ماں باپ کو الگ رکھا جاتا ہے، اولاد کو بالغ ہوتے ہی گھر سے نکال دیا جاتا ہے اور کوئی خاندانی نظام نہیں ہوتا؛ اس لیے انہوں نے ان سب کے لیے الگ الگ دن متعین کر رکھے ہیں جن میں ان تمام رشتوں کا دکھلاوا ہو سکے؛ مگر ہمارے یہاں ایسا نہیں ہے اسلام نے سب کے حقوق مقرر کر دیے ہیں اور پورا ایک خاندانی نظام موجود ہے؛ اس لیے نہ ہمیں ان دکھلاووں کی ضرورت ہے اور نہ مختلف طرح کے ڈے منانے کی؛ بلکہ مسلمانوں کو اس سے بچنے کی سخت ضرورت ہے؛ تاکہ دوسری قوموں کی مشابہت سے بچا جاسکے؛ اس لیے کہ ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو غیروں کی اتباع اور مشابہت اختیار کرنے سے بچنے کا حکم دیا ہے۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: ”مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ“۔ (ابو دؤد ۲/۲۰۳ رحمانیہ) ترجمہ: جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی تو وہ انھیں میں سے ہے۔

نئے سال سے متعلق کسی عمل کو تلاش کیا جائے تو قرون اولی کا کوئی اور عمل تو نہیں ملتا البتہ بعض کتب حدیث میں یہ روایت نظر آتی ہے کہ جب نیا مہینہ یا نئے سال کا پہلا مہینہ شروع ہوتا تو اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک دوسرے کو یہ دعا سکھاتے اور بتاتے تھے: اے اللہ اس نئے سال کو ہمارے اوپر امن و ایمان، سلامتی و اسلام اور اپنی رضامندی؛ نیز شیطان سے پناہ کے ساتھ داخل فرما۔

اس دعا کو پڑھنا چاہیے؛ نیز اس وقت مسلمانوں کو دو کام خصوصاً کرنے چاہئیں یا دوسرے الفاظ میں کہ لیجیے کہ نیا سال ہمیں خاص طور پر دو باتوں کی طرف متوجہ کرتا ہے: (۱) ماضی کا احتساب (۲) آگے کا لائحہ عمل۔

نیا سال ہمیں دینی اور دنیوی دونوں میدانوں میں اپنا محاسبہ کرنے کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ کہ ہماری زندگی کا جو ایک سال کم ہو گیا ہے اس میں ہم نے کیا کھویا اور کیا پایا؟

ہمیں عبادات، معاملات، اعمال، حلال و حرام، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کے میدان میں اپنی زندگی کا محاسبہ کر کے دیکھنا چاہیے کہ ہم سے کہاں کہاں غلطیاں ہوئیں؛ اس لیے کہ انسان دوسروں کی نظروں سے تو اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں کو چھپا سکتا ہے؛ لیکن خود کی نظروں سے نہیں بچ سکتا؛ اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: حَاسِبُوْا أَنْفُسَكُمْ قَبْلَ أَنْ تُحَاسَبُوْا (ترمذی ۴/ ۲۴۷ ابواب الزہد، بیروت) ترجمہ: تم خود اپنا محاسبہ کرو قبل اس کے کہ تمہارا احساب کیا جائے ۔

اپنی خود احتسابی اور جائزے کے بعد اس کے تجربات کی روشنی میں بہترین مستقبل کی تعمیر اور تشکیل کے منصوبے میں منہمک ہونا ہوگا کہ کیا ہماری کمزوریاں رہی ہیں اور ان کو کس طرح دور کیا جاسکتا ہے؟ دور نہ سہی تو کیسے کم کیا جاسکتا ہے؟

یہ منصوبہ بندی دینی اور دنیوی دونوں معاملات میں ہو جیسا کہ حدیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: پانچ چیزوں سے پہلے پانچ چیزوں کو غنیمت جان لو (۱) اپنی جوانی کو بڑھاپے سے پہلے (۲) اپنی صحت و تندرستی کو بیماری سے پہلے (۳) اپنی مالداری کو فقر و فاقے سے پہلے (۴) اپنے خالی اوقات کو مشغولیت سے پہلے (۵) اپنی زندگی کو موت سے پہلے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہر نیا سال خوشی کے بجائے ایک حقیقی انسان کو بے چین کر دیتا ہے؛ اس لیے کہ اس کو اس بات کا احساس ہوتا ہے میری عمر رفتہ رفتہ کم ہو رہی ہے اور برف کی طرح پگھل رہی ہے۔ وہ کس بات پر خوشی منائے؟ بلکہ اس سے پہلے کہ زندگی کا سورج ہمیشہ کے لیے غروب ہو جائے کچھ کر لینے کی تمنا اس کو بے قرار کر دیتی ہے اس کے پاس وقت کم اور کام زیادہ ہوتا ہے۔

ہمارے لیے نیا سال وقتی لذت یا خوشی کا وقت نہیں؛ بلکہ گزرتے ہوئے وقت کی قدر کرتے ہوئے آنے والے لمحاتِ زندگی کا صحیح استعمال کرنے کے عزم و ارادے کا موقع ہے اور از سر نو عزائم کو بلند کرنے اور حوصلوں کو پروان چڑھانے کا وقت ہے۔

اللہ تعالی ہم سب کو غیروں کی مشابہت سے بچائے اور آقائے نامدار جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

عقیدۂ آخرت اور فکرِ احتساب

سعدیہ کریم ۔ اسلامک سکالر

احتساب کیا ہے

اپنے اعمال وافعال کا جائزہ لینا احتساب کہلاتا ہے۔ احتساب اسم مذکر ہے جس کا معنی ہے حساب کتاب کرنا باز پرس کرنا، محاسبہ کرنا، بری باتوں سے منع کرنا، اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں کی جانچ پڑتا کرنا وغیرہ۔

ھستی کے مترادفات میں محاسبہ اور حساب کرنا بھی شامل ہے۔ یہ محاسبہ اپنی ذات کے لیے بھی ہوتا ہے اور معاشرے کے دیگر افراد کے لیے بھی محاسبہ کرنے والے یا حساب کرنے والے کو محتسب کہتے ہیں۔

ہر انسان کو اپنا احتساب یا محاسبہ کرتے رہنا چاہیے اور بطور مسلمان یہ بہت ضروری ہے کیونکہ مسلمان کے یہ عقیدہ آخرت لازمی ہے اور عقیدہ آخرت انسان کو اپنے محاسبہ اور احتساب کے لیے اکساتا ہے اور متحرک کرتا ہے۔ انسان کو جوابدہی کا احساس اور شعور دیتا ہے کہ انسان کے ہر عمل کا حساب کتاب لیا جائے گا۔

اسلام دین فطرت ہے یہ اپنے ماننے والوں کو زندگی کے تمام پہلوؤں اور جہتوں کے بارے میں مکمل رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ اسلام میں احتساب کا تصور بہت وسیع ہے۔ اسلام کے مطابق ہر انسان کے لیے اپنا احتساب کرنا لازم ہے چاہے وہ زندگی کے کسی بھی شعبے سے تعلق رکھتا ہو تاکہ معاشرے میں مساوات، عدل وانصاف قائم ہو سکے اور ناانصافی اور قانون شکنی کا مکمل خاتمہ ہو۔ احتساب کا مقصد آخرت کی فلاح وکامیابی ہے۔

عقیدہ آخرت اور فکر احتساب

عقیدہ آخرت اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ایک ہے۔ عقیدہ آخرت سے مراد اس بات پر ایمان لانا ہے کہ یہ زندگی عارضی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس دنیا اور اس کی تمام چیزوں کو ایک دن ختم کر دے گا۔ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات باقی رہے گی۔ موت کے بعد تمام انسان دوبارہ زندہ کیے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے اعمال کا حساب دیں گے۔ اس وقت ہر ایک کے ساتھ انصاف ہو گا۔ جن کے اعمال اچھے ہوں گے وہ جنت میں جائیں گے اور جن کے اعمال برے ہوں گے وہ دوزخ میں جائیں گے۔

قرآن مجید میں واضح کر دیا گیا ہے کہ انسان کی دنیاوی زندگی اس کی آخرت کی زندگی کا پیش خیمہ ہے۔ دنیا کی زندگی عارضی اور آخرت کی زندگی دائمی ہے۔ انسان کے تمام اعمال کے پورے پورے نتائج اس عارضی زندگی میں مرتب نہیں ہوتے بلکہ اس عارضی زندگی میں جن اعمال کا بیج بویا جاتا ہے۔ ان کے حقیقی نتائج آخرت کی زندگی میں ظاہر ہوں گے۔ اس لیے انسان کو فکر احتساب کرنی لازمی ہے تاکہ وہ یہ جائزہ لیتا رہے کہ اس نے آخرت کے لیے کوئی زاد راہ تیار کیا ہے یا نہیں۔ نیکیاں گناہوں سے زیادہ ہیں یا نہیں۔ ذمہ داریاں اور فرائض احسن طریقے سے ادا کیے ہیں یا نہیں کیونکہ جب دنیا کا یہ نظام درہم برہم ہو جائے گا اور ایک دوسرا نظام قائم ہو گا تو انسان کو پھر جسمانی زندگی ملے گی۔ اس روز ایک زبردست عدالت لگے گی جس میں انسان کے تمام اعمال کا حساب لیا جائے گا۔ اس کو نیک اعمال کی جزا اور برے اعمال کی سزا ملے گی۔

اگر انسان آخرت پر ایمان نہ رکھے تو وہ خود غرضی اور نفس پرستی میں ڈوب کر تہذیب و شرافت اور عدل و انصاف کے تقاضوں کو یکسر بھول جائے۔ فکر احتساب معاشرے کو انسانیت افروز بناتی ہے کیونکہ اس سے انسان کے دل میں نیکی پر جزا اور بدی پر سزا کا احساس پیدا ہوتا ہے جو اعمال میں صالحیت پیدا کرتا ہے۔

نظام احتساب کی ضرورت و اہمیت

ہر معاشرے کی فلاح و ترقی کے لیے نظام احتساب کا ہونا بہت ضروری ہے۔ نظام احتساب کو قائم کرنے اور اس کو نافذ کرنے کے لیے ایک ادارہ بنانے کی ضرورت ہوتی ہے جو حکمران کی اجازت سے معاشرے میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ سر انجام دے سکے۔

محتسب معاشرتی عوامل پر پوری طرح نظر رکھتا ہے۔ بازاروں میں دھوکہ دہی اور منافع خوروں کا خاتمہ کرتا ہے۔ ہر قسم کے تجارتی مراکز میں ایمانداری اور حق گوئی کے فروغ میں اہم کردار ادا کرتا

ہے۔ وہ سود اور رشوت کے خلاف جنگ کرتا ہے۔ اسلامی حدود و قوانین کا نفاذ اس کی اہم ترین ذمہ داری ہوتی ہے تاکہ معاشرہ اسلام کا مضبوط مرکز بن سکے۔

نظام احتساب انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے لیے بہت ضروری ہے۔ اس سے انسان کے داخلی و خارجی معاملات میں بہتری آتی ہے۔ احتساب یا محاسبہ انسان کو اپنے اعمال میں اخلاص و تقویٰ پیدا کرنے میں مدد دیتا ہے کیونکہ جو شخص اخروی زندگی پر ایمان رکھتا ہے جو آخرت کی زندگی میں ظاہر ہوں گے۔ جس طرح انسان کو زہر کے بارے میں ہلاک کرنے اور آگ کے بارے میں جلانے کا یقین ہوتا ہے۔ اسی طرح گناہوں کے ہلاکت خیز ہونے کا بھی یقین ہوتا ہے اور جس طرح وہ خوراک اور پانی کو اپنے لیے مفید اور نفع بخش سمجھتا ہے۔ اسی طرح نیک اعمال کو بھی اپنے لیے نجات و فلاح کا سبب سمجھتا ہے۔ اس کے دل میں نیکی سے رغبت اور بدی سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔ بہادری، صبر و تحمل اور احساس ذمہ داری پیدا ہو جاتا ہے۔

احتساب کی اقسام

احتساب دو طرح کا ہو سکتا ہے۔

۱۔ انفرادی احتساب　　　　۲۔ اجتماعی احتساب

انفرادی احتساب

انفرادی احتساب سے مراد یہ ہے کہ ہر انسان کو اپنا محاسبہ کرنا چاہیے اپنے اعمال و افعال کا جائزہ لینا چاہیے تاکہ گناہوں سے بچ سکے۔ اس کے بارے میں قرآنی تعلیمات موجود ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۔ (الحشر، ۵۹: ۱۸)

”اے ایمان والو! تم اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص کو دیکھتے رہنا چاہیئے کہ اس نے کل (قیامت) کے لیے آگے کیا بھیجا ہے، اور تم اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ اُن کاموں سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔“

سورہ الحشر کی اس آیت میں اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو مخاطب کرتے ہوئے تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دے رہے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ قیامت کے ہولناک دن اور اس دن کے محاسبہ کے لیے تیاری کی طرف متوجہ کیا جا رہا ہے۔ آیت کے اول اور آخر میں اللہ سے ڈرنے اور تقویٰ اختیار کرنے کا حکم ہے یعنی اللہ کے احکام پر عمل کرنے میں اللہ سے ڈرتے رہو اور نافرمانی سے بچو۔ یہ وہ انفرادی احتساب ہے جس کا حکم ہر ذی شعور انسان کے لیے ہے۔

آخرت کا دن بھی احتساب کا دن ہے لیکن اس دن کے احتاب سے پہلے انسان کو اس احتساب کے لیے تیاری کرنے کا حکم دیا گیا ہے کہ انسان چاہے مرد ہو یا عورت، ماں ہو یا باپ، بیٹا ہو یا بیٹی شوہر ہو یا بیوی، استاد ہو یا ڈاکٹر، ہر ایک کو اپنے اعمال کی خود احتسابی کرتے رہنا چاہیے۔ اپنے اعمال کا جائزہ لیتے رہنا چاہیے کہ کیا اس نے اپنے فرائض میں کوئی کوتاہی تو نہیں کی؟ کیا اس کے فرائض عین حکم قرآنی پورے ہو رہے ہیں؟ اس کے کسی عمل کی وجہ سے کسی دوسرے کو دکھ یا تکلیف تو نہیں پہنچ رہی؟ اس کے اعمال کی وجہ سے کسی کی دل آزاری ہو یا اس کے اعمال کسی حکم قرآنی سے ٹکراتے ہوں تو ایسے انسان کو اپنی فکر کرنی چاہیے۔ اپنے اعمال اور نیتوں کو خالص اللہ کی رضا کے لیے کرنا چاہیے کیونکہ جب انسان کے تمام اعمال اللہ کی رضا اور اس کی خوشنودی کے لیے ہوں تو پھر ہی وہ دنیا و آخرت میں کامیاب ہوتا ہے۔ حدیث پاک میں بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔

فرمان رسول ﷺ ہے کہ

"اے لوگو اللہ سے ڈرو اور اچھے طریقے سے روزی طلب کرو کیونکہ کوئی انسان اپنا رزق پورا کیے بغیر نہیں مرے گا۔ اگرچہ رزق کے حصول میں دیر ہو جائے۔ چنانچہ اللہ سے ڈرتے رہو اور اچھے طریقے سے روزی طلب کرو جو حلال ہے وہ لے لو اور جو حرام ہے وہ چھوڑ دو۔" (سنن ابن ماجہ)

اس حدیث مبارکہ میں بھی اللہ سے ڈرنے اور تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ تقویٰ دراصل احتساب ہی ہے کہ اس میں اللہ کا ڈر، خوف اور لحاظ شامل ہیں۔ انسان جب اپنا محاسبہ کرتا ہے تو وہ اللہ کے ڈر اور خوف کی وجہ سے ہی کرتا کہ کہیں اس سے کوئی ایسا فعل سرزد نہ ہو جائے جو اللہ کی بارگاہ میں ناپسندیدہ ہو۔ انسان خود احتسابی کے عمل سے گزر کر ہی کامیاب ہو سکتا ہے۔ سورۃ الحشر کی آیت مبارکہ میں بھی خود احتسابی کا حکم ہے کہ انسان یہ جائزہ لیتا رہے کہ اس نے اپنی آخرت کے لیے کچھ نیکیاں اور اچھائیاں تیار کی ہیں یا نہیں۔ اگر اس سے کوئی غلطی، کوتاہی یا گناہ ہو جائے تو فوراً اپنا محاسبہ کرتے ہوئے اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرے اور آئندہ وہ کام دوبارہ نہ کرنے کا عہد کرے۔

خود احتسابی کیا ہے؟

خود احتسابی میں یہ جائزہ لینا ہوتا ہے کہ انسان نے اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو احسن طریقے سے نبھایا ہے یا نہیں۔ بطور انسان اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے جو فرائض اور ذمہ داریاں اسے ودیعت کی گئی ہیں۔ ان میں کوئی بھول چوک تو نہیں ہو گئی؟ انسان اپنے رشتوں کے تعین کے لحاظ سے اپنی ذمہ داریوں کا جائزہ لے کہ بطور باپ، بطور بیٹا، بطور بھائی، بطور شوہر اور اسی طرح بطور ماں بطور، بیٹی، بطور بہن اور

بطور بیوی کے فرائض ادا کر رہا ہے یا نہیں۔ اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرنے میں اخلاص و تقویٰ اس کے پیش نظر رہتا ہے یا نہیں کیونکہ اگر تمام دنیاوی اور دینی ذمہ داریاں اور فرائض خالص اللہ کی رضا کے لیے ادا نہ کیے جائیں تو بھی انسان گناہگار ہوتا ہے اگر اعمال و فرائض کی انجام دہی میں ریا اور دکھاوا آجائے تو بھی انسان کے اعمال ضائع ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔

خود احتسابی، عبادات اور معاملات دونوں میں ضروری ہے۔ عبادات بھی خالص اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لیے ہونی چاہئیں اور معاملات بھی۔ درج بالا حدیث مبارکہ میں بھی اسی بات کی تاکید کی گئی ہے کہ انسان اپنی عبادات اور معاملات میں اللہ کا ڈر اور اس کا تقویٰ ملحوظ رکھے اور اپنا احتساب کرتا رہے تاکہ وہ کسی بھی حرام کام سے محفوظ رہے اور اس کی آخرت بہترین ہو جائے۔

نبی کریم ﷺ اہل بیت اطہار اور صحابہ کرامؓ اور فکر احتساب

نبی کریم ﷺ، اہل بیت اطہارؓ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگیاں ہمارے لیے مشعل راہ اور مینارہ نور ہیں۔ وہ ہر وقت خود احتسابی کے عمل سے گزرتے تھے اور روزانہ اس بات کا جائزہ لیتے تھے کہ کیا آج کا دن اللہ کی رضا میں گزارا ہے یا نہیں؟ کیا آج کے دن کوئی ایسا کام تو نہیں کیا جو اللہ اور اس کے رسول کو ناپسند ہو اور اس کی وجہ سے کہیں ہماری آخرت نہ ضائع ہو جائے۔ یہی خشیت الٰہی اور فکر آخرت انہیں احتساب پر اکساتی رہتی تھی اور وہ ہر وقت اپنا محاسبہ کرتے تھے۔

نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے محبوب اور مقرب ہونے کے باوجود ہر لمحہ اللہ سے ڈرتے رہتے تھے اور اپنے نفس اور شیطان کے شر سے پناہ طلب کرتے تھے۔ آپ ﷺ دعا کرتے تھے کہ

"اے اللہ مجھے ایک لمحے کے لیے بھی نفس کے حوالے نہ کرنا۔"

کیونکہ نفس انسان کو نیکیوں سے دور کرتا ہے اور اسے برائیوں کی طرف مائل کرتا رہتا ہے۔ اس حدیث مبارکہ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ اللہ کے محبوب نبی ہونے کے باوجود اپنا محاسبہ فرمایا کرتے تھے اور عبادات اور معاملات میں ہمیشہ اللہ سے ڈرتے اور کوتاہیوں اور غلطیوں کے ہونے سے اللہ کی پناہ طلب کیا کرتے تھے اور ہمیشہ خشیت الٰہی اور فکر آخرت آپ کے پیش نظر رہتی تھی۔ آپ ﷺ کے تمام اخلاق، عادات واطوار خود احتسابی کی اعلیٰ اور بہترین مثال ہیں۔

حضرت عمر فاروقؓ کو اسلام کے دوسرے خلیفہ ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ آپؓ خشیت الٰہی اور فکر آخرت کے تحت ہمیشہ اپنا محاسبہ کرتے رہتے تھے۔ آپؓ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ "میری حکومت میں دریائے فرات کے کنارے اگر ایک کتا بھی بھوک سے مر جائے تو قیامت کے دن مجھے اس کا جواب دینا ہوگا۔"

ایک عظیم حکمران ہونے کے باوجود آپؓ بہت سادہ زندگی گزارتے تھے۔ زمین پر بیٹھ کر کھانا کھاتے۔ دوسروں ملکوں کے وفد آپؓ سے ملنے آتے تو آپؓ پیوند لگے کپڑے پہنے مسجد کے کسی کونے میں بیٹھے ملتے تھے اور ہر وقت اپنا احتساب کرتے رہتے تھے۔ حضرت علی المرتضیٰؓ فرماتے تھے: "جو خود اپنے نفس کی اصلاح نہیں کرتا، وہ دوسروں کے حق میں کبھی مصلح نہیں بن سکتا۔" "جس شخص کی نیت خراب ہوتی ہے وہ غم و فکر میں سرگرداں اور ذہنی پریشانیوں میں مبتلا رہتا ہے۔"

اس لیے ہمیں بھی ہر وقت اپنے نفس کا محاسبہ کرنا چاہیے تاکہ معاشرے کے لیے فائدہ مند ہو سکیں اور دنیا و آخرت کی کامیابی نصیب ہو۔

اجتماعی احتساب

یہ احتساب خاندانی، گروہی، قومی سطح پر کیا جاتا ہے جس کا مقصد معاشرتی سطح پر امن و امان، مساوات اور رواداری کا فروغ ہے۔ اجتماعی احتساب کی وجہ سے معاشرتی بدعنوانیوں اور برائیوں کا خاتمہ ہوتا ہے۔ جیسے چوری، ڈاکہ زنی، امانت میں خیانت کرنا، فرائض میں کوتاہی کرنا، قانون شکنی وغیرہ ہیں۔ قرآن مجید میں اس بارے میں بھی واضح تعلیمات موجود ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

وَاَوۡفُوۡا بِالۡعَهۡدِ ۚ اِنَّ الۡعَهۡدَ كَانَ مَسۡـُٔوۡلًا۔ (الاسراء، ۱۷: ۳۴)

"اور پورا کرو عہد۔ بے شک عہد کی پوچھ ہوگی۔"

اس آیت مبارکہ میں جس عہد کا تذکرہ ہے اور جسے پورا کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ وہ فرائض کی تکمیل ہے یعنی وہ حقوق و فرائض جن کو ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے انھیں احسن طریقے سے انجام دیا جائے کیونکہ ان کے بارے میں پوچھا جائے گا اور جانچ پڑتال کی جائے گی کہ وہ احسن طریقے سے ادا ہوئے ہیں یا نہیں۔ ہمارے لین دین کے جملہ معاملات اور باہمی حقوق ایفائے عہد کے ذیل میں ہی آتے ہیں۔ اس لیے ان کا احتساب کرتے رہنا ضروری ہوتا ہے۔

اگر معاشرے میں نظام احتساب قائم نہ کیا جائے تو ناانصافی عام ہو جائے گی اور معاشرے کا ہر شعبہ مفلوج ہو کر رہ جائے گا۔ اس لیے اسلام میں احتساب کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اسلامی حکومت کی عمارت اخوت اور مساوات کی بنیادوں پر اٹھائی گئی ہے۔ اس کی قوت کا انحصار دل کی محبت اور روح کی اطاعت پر تھا۔ حکومت کا آئین اور قانون دین کا حصہ تصور کیے جاتے تھے اور صحابہ کرامؓ دین کے ہر حکم سے محبت کرتے اور اس کی تعمیل کے لیے سر کٹانے کو تیار رہتے تھے۔ اسی وجہ سے اسلامی حکومت کامیاب اور مثالی تھی۔ آپ ﷺ حکومت کے لیے افراد کا انتخاب اور تقرر خود فرماتے تھے۔ ایسے لوگ منتخب کیے جاتے تھے جن کا تقدس، زہد و تقویٰ واضح اور مسلم ہوتا تھا تقرر سے پہلے ان کا علمی و عملی امتحان بھی لیا جاتا تھا۔ عامل کا تقرر اس کی اہلیت کی بنیاد پر ہوتا تھا۔ حاکم عوام کو بہتری اور آسانیاں فراہم کرنے کے لیے مقرر کیا جاتا تھا۔

آپ ﷺ حکمرانوں کا احتساب فرماتے تھے ان کے افعال و اعمال پر کڑی نظر رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے ایک صحابی کو وصولی کے لیے بھیجا جب وہ واپس تشریف لائے تو آپ ﷺ نے خود ان کا محاسبہ فرمایا۔ صحابی نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ یہ آپ ﷺ کا مال ہے اور یہ مجھے ہدیہ ملا ہے۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمھیں گھر بیٹھے بیٹھے یہ ہدیہ کیوں نہیں ملا۔ چنانچہ وہ ہدیہ بھی بیت المال میں جمع کروا دیا گیا پھر آپ ﷺ نے خطبہ دیا اور تمام لوگوں کو اس قسم کا مال لینے سے سختی سے منع فرمایا۔ حکمرانوں کے احتساب اور محاسبے کا یہ عمل خلفائے راشدین کے زمانے میں بھی جاری رہا۔ حاکم کے تقرر کے وقت اس کے مال و اسباب یعنی اثاثہ جات کی فہرست بنا کر رکھی جاتی جب کسی حاکم کی مالی حالت میں غیر معمولی اضافہ ہوتا تو فوراً احتساب اور جائزہ کے ذریعے آدھا مال تقسیم کر کے بیت المال میں جمع کر لیا جاتا۔ یہی نظام احتساب ہر معاشرے کی فلاح و بہبود کے لیے ضروری ہے۔ بطور مسلمان ہمیں انفرادی اور اجتماعی سطح پر احتساب کی عادت کو اپنانا ہو گا تاکہ آخرت کی فلاح اور کامیابی حاصل ہو سکے۔

لباس، جدت اور ترقی؟

صدف مقبول

لباس انسان کی بنیادی ضروریات میں شامل ہے۔ ابتدائی طور پر، لباس کا مقصد صرف جسم کو ڈھانپنا تھااور موسمی اثرات سے خود کو محفوظ رکھنا تھا، مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ لباس نے ثقافت، جمالیات اور معاشرے کے اثرات کو اپنے اندر جذب کرنا شروع کیا۔ رفتہ رفتہ مختلف تہذیبوں اور ثقافتوں میں مختلف طرح کے لباس نمایاں نظر آنے لگے۔

انسانی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو لباس کا یہ تنوع اپنے اندر بہت سے عناصر سمیٹے ہوئے ہے۔ اگرچہ جدید لباس میں مختلف رجحانات اور عناصر شامل ہیں، مگر زیر بحث سوال جو معاشرے کے اکثر طبقات میں خصوصاً مشرقی اور کم ترقی یافتہ ممالک میں اٹھایا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ کیا جدید لباس ترقی کی حقیقی علامت ہے؟ اس سوال کا جواب لباس کے چناؤ اور بدلاؤ میں موجود مختلف عناصر کا جائزہ لیے بغیر ممکن نہیں۔

لباس سے انسان کا فطری تعلق

اللہ تعالیٰ نے انسان کو لباس کا شعور دیا تاکہ وہ اپنے جسم کو ڈھانپ سکے اور اپنی فطری ضروریات کو پورا کرے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اے اولادِ آدم! بے شک ہم نے تمہارے لیے (ایسا) لباس اتارا ہے جو تمہاری شرمگاہوں کو چھپائے اور (تمہیں) زینت بخشے اور (اس ظاہری لباس کے ساتھ ایک

باطنی لباس بھی اتارا ہے اور وہی) تقویٰ کا لباس ہی بہتر ہے۔ یہ (ظاہر و باطن کے لباس سب) اللہ کی نشانیاں ہیں تاکہ وہ نصیحت قبول کریں۔(الاعراف:۲٦)

یہ آیت لباس کے دو اہم پہلوؤں کو بیان کرتی ہے :ایک طرف لباس انسان کی ضرورت ہے تاکہ وہ اپنی ستر پوشی کر سکے، دوسری طرف یہ انسان کی زینت کا بھی باعث بنتا ہے۔ جدید لباس میں یہ دونوں پہلو ملتے ہیں، لیکن اس میں بہت سی تہذیبی اور ثقافتی تبدیلیاں بھی آئی ہیں، جن کی بنیاد معاشرتی ترقی پر ہے۔

مختلف اوقات میں انسانی پیشوں کے لحاظ سے لباس میں جدت وقت اور پیشے کا تقاضا ثابت ہوئی ہے۔ مثال کے طور پر نئ ٹیکنالوجی مشینری اور بجلی کی ایجاد کے ساتھ ہی انجینیئرز اور ٹیکنکل سٹاف کے لیے مخصوص آل اوور لباس کا استعمال ترقی کی ایک صنعتی شکل ہے اس میں لباس بھی شامل ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انسان نے جیسے جیسے ترقی کی ویسے ویسے مختلف عناصر جیسے ریشم سوت اور سنتھیٹک فائبر کو لباس بنانے کے لیے استعال کیا۔ یہ استعمال شاہی خاندانوں کے لیے ان کے شاہی خاندان اور معاشی حیثیت کی عکاسی کرتا تھا وہیں عوام الناس کے لیے سہولت ستر پوشی اور آرام کا اظہار بھی تھا۔ یہ تمام جدت پسندی قرآن کی رو سے انسانی زیب وزینت کے اظہار کی صورت ہے وہیں یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک ہے اس کی بہترین تخلیق کیسے انسانی تہذیب کے مختلف مراحل طے کرتی ہے اور لباس میں جدت کے ساتھ وابسطہ ہو کر باطنی اثرات قبول کر رہی ہے۔

لباس اور اس میں آنے والی جدت انسان کے جمالیاتی افکار اور جمالیاتی حس کا اظہار بھی سمجھی جاسکتی ہے۔ جمالیاتی حس کا اظہار چونکہ معاشی ترقی پر ہی اکتفا نہیں کرتا اس لیے اس صورت میں لباس میں جدت کو محض مادی ترقی سے جوڑا نہیں جاسکتا۔

فیشن اور جدید لباس

جدید لباس فیشن اور ذاتی نمود کا ایک اہم ذریعہ بن چکا ہے۔ فیشن کے نام پر دنیا کی بڑی صنعتیں چل رہی ہیں جن میں ہر سال نئے نئے رجحانات، ڈیزائنز، اور لباس کی اقسام متعارف کروائی جاتی ہیں۔ اس جدید دور میں لباس صرف جسم کی حفاظت کا ذریعہ نہیں رہا بلکہ یہ فرد کی شخصیت، حیثیت، اور ذاتی انتخاب کا اظہار بھی بن چکا ہے۔ فیشن کی دنیا نے لباس کو اتنا اہم بنا دیا ہے کہ ایک شخص کی حیثیت یا ترقی کا اندازہ بھی لباس کے ذریعے لگایا جا سکتا ہے۔

مختلف برانڈز اور فیشن انڈسٹری پوری ایک صنعت کی صورت اختیار کر چکے ہیں۔ مختلف ایگز. بیشنز اور سٹائل شوز کے ذریعے عوام الناس میں مختلف طرح کے لباس کو فروغ دیا جاتا ہے اور بہت سے لوگوں کا روزگار بھی اسی شعبے سے وابستہ ہو چکا ہے۔

اگر مادی ترقی کی بات کی جائے تو جی ہاں اج کے معاشرے میں جدید لباس معاشی اور مادی ترقی کی پہچان بن چکا ہے۔ گلوبلائزیشن کے اس دور میں دنیا کی ترقی یافتہ تہذیبوں اور قوموں کا لباس ترقی یافتہ لباس کہلایا اور شعوری سطح پر پست اور ترقی پذیر ممالک کے عوام میں یہ بات رائج ہو چکی ہے کہ ترقی یافتہ کہلوانے کے لیے جدید یا مغربی لباس پہننا ہی ترقی کی اصل علامت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں انسانوں کو ایک دوسرے سے لباس کے ذریعے اپنی شناخت واضح کرنے کی ہدایت دی ہے۔اور لباس کو روز محشر ہمارے اعمال کا گواہ بنانے کا فرمان جاری کیا ہے۔ اس حوالے سے قرآن میں فرمایا:

اور تمہاری زینت کی جگہ پر کھڑے ہو، اور یہ کہ تمہیں اور تمہارے لباس کو تمہارے اعمال کا گواہ بنایا جائے۔(الفرقان:۷)

لباس اور ترقی

دورِ جدید میں بلاشبہ بدلتے ہوئے لباس کے رجحانات انسان کی معاشی ترقی کی عکاسی کرتے ہیں۔ جیسے جیسے انسان معاشی طور پر مضبوط ہوتا ہے وہ لباس پر زیادہ خرچ کرتا ہے اس لیے جدید لباس کو ترقی کی علامت سمجھنا ایک لحاظ سے درست ہو سکتا ہے، لیکن اس کی بنیاد صرف ظاہری تبدیلیوں پر نہیں ہونی چاہیے۔ لباس میں ترقی دراصل انسان کی اندرونی، فکری، اور ثقافتی تبدیلیوں کی علامت ہے۔ انسان کی فکری سطح اور اس کی سمجھ بوجھ جتنی ترقی یافتہ ہوگی، اس کے لباس میں اتنا ہی زیادہ نکھار اور اہتمام نظر آئے گا۔ لباس کے انتخاب میں انفرادی ذوق، معیار اور معاشرتی حیثیت کی عکاسی ہوتی ہے۔

جدید لباس اور ترقی کے اس باہمی تعلق کو سمجھنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ ترقی کے اصل مفہوم سے آگاہ ہوا جائے۔ معاشی ترقی تک تو یہ بات درست ہے کہ لباس میں جدت ترقی کی علامت ہو سکتی ہے مگر روحانی ترقی لباس میں جدت کی محتاج نہیں اور نہ ہی جدید لباس روحانی ترقی کی عکاسی کرتا ہے۔

دور نبوی صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں بھی معاشرے میں کبر اور غرور کی علامت کے طور پر سرداران قریش اور مکہ اپنے تہبند ٹخنوں سے نیچے باندھنے کے عادی تھے۔ لیکن اقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبر کی اس علامت کو ختم کیا اور حکم دیا کہ عاجزی کے اصول کے طور پر کبر کی اس علامت کو ختم کرنے کے لیے سب اپنے تہبند ٹخنوں سے اوپر باندھا کریں۔۔ یہ واقعہ اور اوپر پیش کی گئی آیت مبارکہ واضح اشارہ کررہی ہے کہ صرف ظاہری زیبائش ہی اصل ترقی نہیں، بلکہ انسان کو اپنے اندر کی صفائی اور پاکیزگی پر زیادہ دھیان دینا چاہیے۔

جدید لباس اور ترقی کے تعلق کو سمجھنے کے لیے ہمیں ثقافت، مذہب، اور معاشرتی روایات کو ایک جامع تناظر میں دیکھنا ضروری ہے۔ لباس انسان کے معاشرتی مقام، ذاتی شناخت اور ترقی کے اشارے کے طور پر کام کرتا ہے، اور اس میں وقت کے ساتھ تبدیلیاں بھی آئیں ہیں۔ تاہم، اس بات کو سمجھنا بھی ضروری ہے کہ لباس کا مقصد صرف زیب وزینت یا فیشن کی پیروی نہیں، بلکہ اس کا اصل مقصد انسان کی عزت، شرم، اور شناخت کی حفاظت ہے۔ ایک طرف جہاں لباس کا انتخاب فرد کی ذاتی پسند کا معاملہ بن چکا ہے، وہیں اسلام میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ لباس میں اعتدال اور سادگی اہم ہیں۔ قرآن اور حدیث میں لباس کو مخصوص ضوابط کے تحت ڈھالنے کی بات کی گئی ہے تاکہ انسان فحاشی اور تکبر سے بچ سکے۔

جدید دور میں لباس کی شکل میں بے شمار تبدیلیاں آئی ہیں۔ فیشن کی دنیا نے ایک نیا رنگ اختیار کیا ہے، اور مختلف ثقافتوں، قوموں اور مذاہب کے لوگ اپنے لباس کے ذریعے اپنی ذاتی شناخت اور سماجی مقام کو ظاہر کرتے ہیں۔ تاہم، اس جدید دور میں بھی اسلام نے لباس کے حوالے سے کچھ اہم اصول وضع کیے ہیں جن پر عمل درآمد کرنا ضروری ہے۔

اس میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ لباس میں فحاشی، غرور یا خود نمائی کی ممانعت ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ:

”جو شخص تکبر سے لباس پہنے گا، اللہ اس کو قیامت کے دن ذلیل کرے گا۔“ (صحیح مسلم)

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ لباس میں تکبر اور خود نمائی سے بچنا ضروری ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک انسان کی عظمت اس کی نیکیاں اور کردار سے ہے، نہ کہ اس کے لباس سے۔

جدید لباس، اگر اسلامی ہدایات کے مطابق پہنا جائے اور اس میں سادگی اور عفت کو مدنظر رکھا جائے، تو یہ ترقی کی علامت بن سکتا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ انسان جدید دور کے تقاضوں کو بالکل نظرانداز کرے، بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ لباس میں اتنی ہی ترقی اور جدت ہو کہ وہ انسان کے وقار کو

بڑھائے، نہ کہ اس کی عزت کو مجروح کرے۔

اس طرح، جدید لباس ترقی کی علامت ہو سکتا ہے، بشرطیکہ وہ دین اسلام کی حدود کے اندر رہ کر منتخب کیا جائے۔ یہ ترقی فرد کی ذاتی آزادی کو ظاہر کرتی ہے، مگر اس کے ساتھ ساتھ اس کی اخلاقی اور مذہبی ذمہ داری بھی قائم رہنی چاہیے۔ لباس کے ذریعے انسان اپنی ذاتی حیثیت، مقام اور سماجی ترقی کا اظہار کرتا ہے، لیکن اس میں توازن اور اسلامی تعلیمات کی پابندی ضروری ہے تاکہ یہ ترقی حقیقتاً انسان کی معنوی اور اخلاقی ترقی کی علامت بن سکے۔

صنفی مساوات اور لباس

جدید دور میں دنیا بھر میں نت نئے نظریوں اور تحریکوں نے جنم لیا اور اسی کے ساتھ عورت کی شناخت کو ختم کرنے کے لیے صنفی مساوات کا نعرہ لگایا گیا اور سب سے پہلے معاشرے میں مساوات کے نام پر خواتین کو باور کروایا گیا کہ انہیں اپنا لباس چننے میں ازادی ہونی چاہیے تبھی وہ جدید اور ترقی یافتہ کہلانے کی حقدار ٹھہریں گی۔ آج کے دور میں مرد اور خواتین دونوں کو اپنے لباس کے انتخاب میں آزادانہ اختیار حاصل ہے۔ جدید فیشن میں صنفی شناخت کو کم کیا جا رہا ہے، اور افراد اپنی مرضی کے مطابق لباس کا انتخاب کرتے ہیں۔ جبکہ قرآن مجید میں بھی مرد اور عورت کے لباس کے حوالے سے تاکید کی گئی ہے، اور دونوں کی فطری حیثیت کا احترام کرنے کی ہدایت دی گئی ہے۔

اللہ نے فرمایا:

”اور اپ مومن عورتوں سے کہ دیں کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی عصمت کی حفاظت کیا کریں اور اپنی ارائش اور زیبائش کو ظاہر نہ کیا کریں سوائے اس کے جو خود ظاہر ہوتا ہے اور اپنے سروں پر اوڑھے ہوئے دوپٹے اپنے دیوانوں اور سینوں پر بھی ڈالے رہا کریں۔“ (النور: ۳۰)

خواتین کی واضح پہچان کے لیے اور ان کی عصمت کی حفاظت کے لیے اللہ رب العزت نے واضح حکم ارشاد فرمایا تاکہ ترقی کے نام پر معاشرے کی ہوس اور گندگی کا ذریعہ نہ بنے اور پارکیزگی اور معاشرتی اصلاح کا بطور خاص اہتمام ہو سکے۔

لباس انسان کے وقار اور عزت کی علامت ہے۔ اسکا مقصد فیشن ٹرینڈز کو پورا کرنا نہیں بلکہ فرائض کی ادائیگی میں سہولت پیدا کرنا ہونا چاہیے۔

کشف المحجوب اور احیاء العلوم کی روشنی میں تعمیر شخصیت کے مناہج

سید علی بن عثمانؒ کا تعارف

عائشہ صدیقہ۔ ڈپٹی ڈائریکٹر عرفان الہدایہ (قسط اول)

سید علی بن عثمانؒ امام طریقت، رہبر شریعت اور علومِ ظاہر و باطن کے مرشدِ کامل عظیم المرتبت اولیاء میں سے ایک ہیں آپ کا مشہور زمانہ نام داتا گنج بخش علی ہجویری ہے۔ سید علی بن عثمانؒ برصغیر پاک وہند کے اولین مبلغین میں سے ہیں۔ سید علی بن عثمانؒ تصوف کے اعلیٰ مقام پر فائز عشق حقیقی سے سرشار فنافی اللہ بزرگ اور ولی اللہ ہیں اس لئے آپ کی گفتگو کے ہر پہلو میں رضائے الٰہی، مسلمانوں کی خیر خواہی اور عقائد واعمال کی اصلاح کے حوالے سے پھول مہکتے نظر آتے ہیں۔ داتا گنج بخش کا لقب در حقیقت آپ کو ہی زیب دیتا ہے کیونکہ آپ نے اپنی ساری زندگی میں علوم و معارف اور حکمت و دانائی کے خزانے مخلوقِ خدا میں تقسیم فرمائے ہیں۔ شیخ سید علی ہجویریؒ کا تعلق افغانستان کے مشہور شہر غزنی سے ہے آپ کا شمار پانچویں صدی ہجری کے اولوالعزم اولیاء میں ہوتا ہے۔ آپ کے علم و عمل سے اکتساب فیض کرتے ہوئے ہزاروں راہ سلوک و تصوف کے مسافروں نے منزل پائی ہے حتی کہ آج بھی برصغیر پاک وہند سے حاضری دینے والے فیوض و برکات سے اپنا دامن بھر کر لوٹتے ہیں

۔علم و عمل میں خدائے تعالیٰ نے آپ کو بہت کمال عطا کر رکھا تھا،اکابرین اولیاء و مشائخ عظام کا آپ سے فیضیاب ہونا اس کی زندہ مثال ہے۔آپ روحانیت و تصوف کے درجہ کمال پر فائز ہیں اور بجا طور پر شریعت و طریقت کا حسین امتزاج ہیں۔

سلسلہ نسب

آپ کا سلسلہ نسب حضرت سید علی ہجویریؒ بن حضرت سید عثمان بن حضرت سید علی بن حضرت سید عثمان بن حضرت سید عبداللہ (شاہ شجاع) بن حضرت ابوالحسن علی بن حضرت سید حسن (اصغر) بن حضرت سید زید بن حضرت امام حسن بن حضرت سیدنا علی المرتضیٰ ہے۔(حماد، محمد سلیم، (۲۰۰۱ء)، دیباچہ، کشف المحجوب (مترجم از محمد فاروق القادری)،لاہور، فرید بک سٹال، ص: ۴۳)

جائے ولادت

بالاتفاق آپ کا شہر ولادت غزنی ہے البتہ جائے ولادت ترجیحاً ہجویر ہے اور محلہ جلاب بھی منسوب ہے۔امین الدین احمد دھلوی اپنی کتاب تذکرہ علی ہجویریؒ میں لکھتے ہیں۔

"آپ کی ولادت غزنی شہر کے محلہ ہجویر میں ہوئی۔آپ کی والدہ ماجدہ چونکہ اس محلے کی رہنے والی تھیں۔اور جب آپ کی پیدائش ہوئی تو وہ والدین کے گھر میں تھیں اسی نسبت سے بعدازاں آپ کو ہجویری کہا جاتا ہے"۔(دھلوی، امین الدین احمد، (۲۰۰۲ء)، تذکرہ علی ھجویریؒ، لاہور، شعاعِ ادب، ۴۰ اردو بازار، ص: ۲)

سفینۃ الاولیاء میں ہے۔

"حضرت علی بن عثمانؒ غزنی کے رہنے والے تھے جلاب اور ہجویر غزنی کے دو محلے تھے پہلے جلاب میں قیام پذیر تھے پھر ہجویر منتقل ہوگئے"۔ (دارا شکوہ، محمد (۱۸۷۲ء)، سفینۃ الاولیاء، انڈیا، لکھنؤ، ص: ۱۶۴)

تاریخ ولادت

محمد سلیم حماد دیباچہ میں لکھتے ہیں۔

"حضرت سید علی ہجویریؒ کے سال ولادت کے بارے میں متعدد روایات ہیں البتہ راقم الحروف کے بزرگوں کی روایت کے مطابق آپ ۴۰۰ھ میں پیدا ہوئے۔" (حماد، محمد سلیم، (۲۰۰۱ء)، دیباچہ، کشف المحجوب (مترجم از محمد فاروق القادری)، لاہور، فرید بک سٹال، ص ۴۵)

کنیت ولقب

سید علی بن عثمانؒ کی کنیت "ابوالحسن" ہے لیکن آپ عوام وخواص میں "گنج بخش" (خزانے بخشنے والا) یا "داتا صاحب" کے لقب سے مشہور ہیں۔ خزینۃ الاصفیاء میں آپ کے لقب کے بارے میں مرقوم ہے:

حضرت خواجہ معین الدینؒ حصول مقاصد روحانیت اور قطبیت ہند کا مقام و منصب پانے کے بعد جب آپؒ کے مزار پر انوار سے رخصت ہوئے تو مرقد اقدس کے سامنے کھڑے ہو کر یہ شعر پڑھا ۔(اغلام سرور، (۱۹۹۴ء)، خزینۃ الاصفیاء، لاہور، مکتبہ نبویہ، ص: ۱۲۱)

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا

ناقصاں را پیر کامل کاملاں را راہنما

خاندانی پس منظر

سید علی بن عثمانؒ جیسی شخصیات یقیناً معزز اور عظیم خاندانوں کا ورثہ رہی ہیں۔ لہٰذا امین الدین احمد لکھتے ہیں۔

"آپ کا خاندان غزنی کے ممتاز خاندانوں میں سے تھا۔آپ کے نانا جی غزنی کی ممتاز شخصیات میں سے تھے۔مالی اعتبار سے کافی مستحکم تھے۔دنیوی ضروریات کے مطابق اللہ تعالیٰ نے سب کچھ دے رکھا تھا۔آپ کے ننھیالی رشتہ داروں میں بہت سے افراد علم و فضل میں غزنی میں بلند مقام رکھتے تھے۔آپ کے ماموں زہد و تقویٰ اور علم و فضل کی وجہ سے "تاج العلماء" کے لقب سے مشہور تھے یعنی پورا خاندان علم و عمل کا گہوارہ تصور کیا جاتا تھا۔ تمام خاندان پر تصوف اور روحانیت کا غلبہ تھا۔" (دھلوی، امین الدین احمد، (۲۰۰۲ء)، تذکرہ علی ھجویریؒ، لاہور، شعاعِ ادب، ۴۰ اردو بازار، ص: ۱۳)

"آپ کے والد ماجد حضرت سید عثمان بن علیؒ اپنے وقت کے جید عالم اور فقیہ العصر تھے۔ حضرت سید عثمان بن علی پہلے شخص ہیں جو آلِ سبکتگین کے دور میں غزنی میں آکر آباد ہوئے۔ اس وقت آپ پر جوانی کا مرحلہ تھا۔آپ چونکہ غزنی میں نووارد ہو کر آباد ہوئے اس لیے ابتدا میں آپ کو مالی اعتبار سے کافی مشکلات کا سامنا بھی کرنا پڑا۔" (دھلوی، امین الدین احمد، (۲۰۰۲ء)، تذکرہ علی ھجویریؒ، لاہور، شعاعِ ادب، ۴۰ اردو بازار، ص: ۱۳)

"آپ کی والدہ ماجدہ بڑی نیک عورت تھیں۔ شرافت اور دینداری میں اپنے پورے خاندان میں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھیں۔آپ کا وصال غزنی میں ہوا۔ اور آپ کو آپ کے بھائی تاج

الاولیاء کے مزار اقدس کے قریب دفن کیا گیا۔آپ کی قبر مبارک شیخ تاج الاولیاء کے قبرستان میں مرجع خلائق ہے۔" (دھلوی، امین الدین احمد، (۲۰۰۲ء)، تذکرہ علی ھجویریؒ، لاہور، شعاعِ ادب، ۴۰اردو بازار، ص: ۱۳)

ازدواجی زندگی

حضرت سید علی بن عثمان ہجویری کی ازدواجی زندگی کے متعلق محققین کی آراء مختلف ہیں۔البتہ ڈاکٹر ظہور احمد اظہر صاحب نے اپنے ایک مقالہ میں اس امر کا خوبصورت احاطہ کیا ہے۔

"حضرت داتا صاحب کے بارے میں یہی حسن ظن بہتر ہے کہ آپ کو جس خاتون کے رشتہ میں رغبت دلائی گئی ہو گی وہ کوئی متقی اور نیک صفت خاتون ہو گی چونکہ آپ ایک عورت کے ساتھ شادی کے خوشگوار تجربے سے گزر چکے تھے اس لیے اس متقی و نیک صفت خاتون سے شادی کی خواہش آپ کے خیالوں پر چھا گئی اور یہ خواہش ذکر و عبادت میں خلل انداز ہوتی رہی مگر غالباً بات چیت آگے بڑھانے والے کوئی مخلص خاندانی بزرگ کام نہ آئے ہونگے، اس لیے ایک سال تک شادی کی یہ خواہش گومگو کے انداز میں ہی خیالوں پر چھائی رہی ہو گئی۔ جو فطری امر اور جائز بات ہے۔ بلکہ ممکن اور معقول بات بھی ہے۔

یہ داتا صاحب کی عظمت ہے کہ اس جائز کوتاہی کو بیان کرنے میں بھی آپ نے کوئی جھجک محسوس نہ فرمائی بلکہ اعتراف کیا کہ گذشتہ زمانوں میں جو نیک مرد عورت سے متاثر ہوتے رہے تھے وہ بھی سب حق بجانب تھے جس طرح کہ خود حضرت داتا صاحب بھی یہاں متاثر ہونے اور اس کا اعتراف کرنے میں نہ صرف یہ کہ حق بجانب ہیں۔ بلکہ اعتراف کی جرأت ان کی لڑائی کی بھی دلیل بن گئی ہے"۔(اظہر، ظہور احمد، ڈاکٹر، (س ن)، معارف ہجویریہ، سلسلہ مطبوعات مسند ہجویری، لاہور، پنجاب یونیورسٹی، ص: ۱۱)

اس ضمن میں اعجاز الحق قدوسی کا استنباط بھی قابل غور ہے وہ لکھتے ہیں کہ

"آپؒ کی ازدواجی زندگی کے متعلق کوئی واضح صراحت نہیں ملی، لیکن کشف المحجوب کے بعض اندراجات سے معلوم ہوتا ہے کہ سید علی بن عثمانؒ نے نکاح نہیں کیا۔"(قدوسی، اعجاز الحق، (۱۹۶۲ء)، تذکرہ صوفیائے پنجاب، کراچی، سلمان اکیڈمی حق نشان، ص: ۷۷)

سید علی بن عثمانؒ کے اخلاق و عادات

حضرت علی بن عثمانؒ اخلاق حمیدہ کا بہترین نمونہ تھے آپ کی زندگی نبی کریم ﷺ کے اسوہ حسنہ پر عمل پیرا ہونے کا مکمل نمونہ تھی۔ آپ نے ہر حال میں اپنی زندگی رسول اللہ ﷺ کے اسوہ حسنہ ہی

کی اتباع میں گزاری اور آپ کی شخصیت میں وہ تمام اوصاف اور خوبیاں موجود تھیں جو ایک باعمل صوفی، باشرع متقی اور پرہیز گار انسان میں میں ہونی چاہئیں۔ یہ آپ کے اخلاق حسنہ کا نتیجہ ہی تھا کہ لوگ جوق در جوق دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگے۔

انداز گفتگو

سید علی بن عثمانؒ کا انداز گفتگو نہایت نرم، مشفقانہ، حلاوت انگیز اور مؤثر کن تھا۔

آپ ہر کسی سے اچھی اور نصیحت آمیز بات کہتے، جو بھی آپ کے پاس آتا اور آپ کو سنتا تو آپ کی باتوں سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا۔

عفو و درگزر

عفو و درگزر بھی آپؒ کی شخصیت کا ایک پہلو تھا۔ وہ لوگ جو راہ حق اختیار کرتے ہیں بہت سے لوگ ان کی جان کے دشمن بن جاتے ہیں، حضرت گنج بخشؒ نے بھی جب دین کی تبلیغ کا سلسلہ شروع کیا تو لوگوں کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا مگر آپ نے ہمیشہ درگزر سے کام لیا جس کی وجہ سے دشمن بھی آپؒ کے دوست اور گرویدہ بن گئے۔

سخاوت اور فیاضی

سید علی ہجویریؒ بڑے سخی اور فیاض دل کے مالک تھے۔ جو مال ان کے پاس ہوتا اسے اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتے۔ اپنے پاس نہ ہوتے ہوئے بھی کسی کو دینے سے گریز نہیں کیا اور نہ ہی کبھی یہ سوچا کہ اب اگر اللہ کی راہ میں جو کچھ ہے دے دیا تو آئندہ مجھے کیسے ملے گا۔ چونکہ اولیاء اللہ دولت جمع کرنے کے حق میں نہیں ہوتے اس لئے آپؒ کا بھی یہی نظریہ تھا کہ مال ملنے پر ضرورت کے مطابق رکھ کر اپنی ضرورت پوری کرلو اور بقیہ مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کردو۔

خودداری

خودداری کا وصف سید علی ہجویریؒ کی طبعیت میں بڑا نمایاں تھا آپؒ چونکہ روشن ضمیر تھے اور روشن ضمیر خودداری سے کام لیتا ہے اس لئے آپ اپنے ذاتی معاملات میں خودداری اور عزت نفس کی پاسداری کے قائل تھے۔ خودداری سے متعلق آپ نے فرمایا ہے کہ

"درویش کو چاہیے کہ کسی دنیادار کے بلانے پر نہ جائے اس کی دعوت کو قبول نہ کرے اور نہ ہی

اس سے کوئی چیز طلب کرے۔ یہ اہل طریقت کی توہین ہے۔اس لئے کہ دنیادار درویشوں کو عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے۔"(ہجویری، سید علی داتا گنج بخش،،(۲۰۱۲ء)، کشف المحجوب ،(مترجم محمد احمد قادری)،لاہور، مرکز معارف اولیاء داتا دربار کمپلیکس، ص:۴۲)

عاجزی وانکساری

آپؒ کی خدمت میں جو بھی حاضر ہوتا آپؒ اس کے ساتھ نہایت عاجزی اور انکساری کے ساتھ پیش آتے ،اپنا سارا کام خود کرتے کسی سے احسان نہ لیتے۔

لباس

سید علی ہجویریؒ ایک کامل صوفی ہونے کے باوجود لباس کے معاملے میں آزاد تھے۔ صوفیوں کی تقلید میں صوف یا گدڑی نہیں پہنتے تھے بلکہ جو میسر ہوتا پہن لیتے۔ کشف المحجوب میں گدڑی کو صوفیا کا شعار اور سنت نبوی ﷺ قرار دیا ہے اور پھر اس لئے گدڑی کی ضرورت پر سیر بحث کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ

"اس زمانہ کے لوگوں کا جب حصول جاہ کا اور کوئی ذریعہ نہیں بنتا تھا تو گدڑی پہن لیتے ہیں اور فقیرانہ گدڑی کے ذریعے سرداری اور عزت وتوقیر طلب کرتے ہیں"

مزید لکھتے ہیں کہ

"صوفیا کے ایک گروہ نے لباس کے بارے میں کوئی تکلف روا نہیں رکھا اگر اللہ تعالیٰ نے عبادی تو وہ پہن لی، اگر قہاری دی تو وہ پہن لی اور اگر برہنہ رکھا تو اسے بھی قبول کیا۔ لہٰذا میں نے بھی یہی طریقہ پسند کیا اور اسی کو اپنا شعار بنایا۔"(ہجویری، سید علی داتا گنج بخش،،(۲۰۱۲ء)، کشف المحجوب ،(مترجم محمد احمد قادری)،لاہور، مرکز معارف اولیاء داتا دربار کمپلیکس، ص:۴۲)

تعلیم وتربیت

داتا گنج بخشؒ کا خاندان علوم وفنون اور طریقت وتصوف میں اعلیٰ کمالات کا حامل تھا۔ علم وفضل اور روحانیت کے انوار سے بھرپور ماحول میں آپؒ نے آنکھ کھولی۔ آپؒ کی ابتدائی تعلیم وتربیت گھر سے ہی شروع ہو گئی تھی۔ آپؒ کی والدہ ماجدہ ولیہ کاملہ اور والد ماجد سادات کے چشم وچراغ تھے۔ حصول علم سے متعلق آپ نے اپنے بہت سے اساتذہ کرام اور مشائخ عظام کا ذکر فرمایا ہے۔ آپؒ نے غزنی میں ہی نامور اساتذہ سے تفسیر، فقہ، حدیث، علم الکلام اور دیگر علوم وفنون کی تعلیم حاصل کی۔ مشائخ

طریقت سے سلوک و معرفت کی منازل طے کیں اور پھر علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل کے لئے غزنی سے باہر مختلف علاقوں میں تشریف لے گئے اور علوم شریعت و طریقت کے ہزاروں اساتذہ و مشائخ سے اکتسابِ فیض کیا۔

حضرت سید علی ہجویریؒ کی تعلیم و تربیت کے بارے میں دو مختلف عبارات مذکور ہیں۔

محمد احمد قادری رقمطراز ہیں۔

"حضرت سید علی ہجویری کے دور میں عصر حاضر کی طرح علم و ہنر کی تعلیم و تربیت کے لئے باقاعدہ مکاتب اور ادارے عام نہ تھے اور نہ ہی تدریس کا کوئی نصاب رائج تھا۔ محض مساجد میں قرآن ناظرہ پڑھایا جاتا تھا۔ وسائل و مسائل کے اعتبار سے دور حاضر کی طرح ہر ایک کے لئے علم حاصل کرنا ممکن نہ تھا۔ طالب علم خود سعی و کوشش کرتا اور دور و نزدیک کے فاضل اہل علم و فن کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی پیاس بجھاتا۔ آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت آپ کے نامور علمی گھرانے میں ہوئی"۔(ہجویری، سید علی داتا گنج بخش،،(۲۰۱۲ء)، کشف المحجوب،(مترجم محمد احمد قادری)، لاہور، مرکز معارف اولیاء داتا دربار کمپلیکس، ص:۴۲)

دوسری عبارت امین الدین احمد "تذکرہ علی ہجویری" سے ملاحظہ ہو۔

"حضرت خواجہ مستان شاہ کابلی اپنی کتاب "سلطان العاشقین" میں فرماتے ہیں کہ جن کا دل خداوند کریم کی طرف متوجہ ہو وہ دنیا کی نعمتوں کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے۔ اس ضمن میں ایک واقعہ یوں بیان کرتے ہیں کہ حضرت سید مخدوم علی ہجویری محمود غزنوی کے قائم کردہ دینی مدرسہ

میں اکثر دیکھے گئے۔اس وقت آپکی عمر بمشکل بارہ، تیرہ سال ہوگی۔ حصول علم کے جذبہ سے سرشار یہ طالب علم تعلیم میں اتنا محو ہوتا کہ صبح سے شام ہو جاتی مگر کبھی پانی تک پیتے نہ دیکھا گیا۔

رضوان نامی سفید ریش بزرگ اس مدرسہ کے مدرس تھے اور اپنے اس خاموش طبع طالب علم کو تکریم کی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ایک دفعہ محمود غزنوی کا گزر اس مدرسہ کی جانب سے ہوا۔اور اس عظیم درسگاہ میں آگیا۔دیگر شاگردوں کے برعکس حضرت مخدوم علی ہجویری اپنے کام میں اتنے منہمک تھے کہ ان کو کوئی خبر نہ تھی۔

بزرگ رضوان نے پکارا دیکھو مخدوم علی! کون آیا ہے؟ اب کیا تھا ایک طرف محمود غزنوی اور دوسری جانب ایک کمسن راہ حق کا متلاشی، عجیب منظر تھا۔ محمود غزنوی نے اس نو عمر طالب علم کے بارے میں کہا۔"واللہ! یہ بچہ خدا کی طرف راغب ہے۔ایسے طالب علم اس مدرسہ کی زینت ہیں۔فاتح سومنات سلطان محمود غزنوی جس کے نام سے ہندوستان کے بڑے بڑے راجے اور مہاراجے تھر تھراتے تھے اور جس کی تلوار سے سارا ہندوستان لرز اٹھا وہ ایک کمسن طالب علم کے سامنے سرنگوں ہو گیا۔" (دھلوی، امین الدین احمد، (۲۰۰۲ء)،تذکرہ علی ھجویریؒ، لاہور، ادارہ شعاعِ ادب، ۴۰ا اردو بازار، ص:۲۱)

سید علی ہجویری کی تعلیم و تربیت کے باب میں یہ واضح ہے کہ آپ نے بلا مبالغہ ہزاروں مشائخ کی زیارت کی اور ان سے فیض حاصل کیا۔ان کا تعلق شام و عراق، فارس، قہستان، آذر بائیجان، طبرستان اور کمش، مشائخ کرمان، مشائخ خراسان مشائخ ماوراء النہر اور مشائخ غزنی سے ہے۔ اور ان کی تعداد (۴۲) بیالیس ذکر کی ہے۔ جبکہ جن کے نام نہیں لکھے ان کی تعداد سینکڑوں میں ہے

سید علی ہجویریؒ کا ذوق مطالعہ

سید علی ہجویریؒ کثیر المطالعہ شخصیت تھے۔ گویا دن بھر مطالعہ میں گزرتا تھا اور شب بھر مشغول عبادت رہتے ہونگے۔ اور یہ کہ جس بھی بزرگ کے بارے میں سنا یا ان سے ملے ان کی تصانیف کا مطالعہ ضرور کرتے تھے۔اس طرح آپ نے گویا کہ لاکھوں کتب کا مطالعہ کیا اور اس مطالعے کے نتیجے میں ان بزرگ کے متعلق رائے قائم کی ان کے علم سے اپنے قلب و ذہن کو سیر اب کیا۔یوں محسوس ہوتا ہے کہ آپ نے پانچویں صدی تک کے جملہ علوم نقلیہ و عقلیہ کے سمندر کو اپنے قلب و ذہن میں ایک خاص ترتیب سے سجا کر رکھا ہے بلکہ حفظ کے ساتھ ساتھ ان علوم کے گہرے مطالعہ کے بعد اپنی رائے قائم کرتے ہیں جس سے حق الیقین جھلکتا ہے۔ (جاری ہے)

موبائل فون کا بڑھتا ہوا استعمال

آمنہ خالد

سائنسی ایجادات نے انسانی زندگی کو بدل کر رکھ دیا ہے اور ہر شعبے میں ان کے گہرے اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ انٹرنیٹ، موبائل فون، اور سوشل میڈیا نے دنیا کو ایک گلوبل ولیج میں تبدیل کر دیا ہے جہاں لوگ ایک دوسرے سے آسانی سے رابطے میں رہ سکتے ہیں۔

معلومات کی فوری رسائی اور تعلیم میں آسانی کے لیے مختلف آن لائن پلیٹ فارمز نے بہتری پیدا کی ہے۔

موبائل فون آج کے دور کی سب سے اہم اور نمایاں سائنسی ایجاد ہے جس نے ہماری زندگیوں کو یکسر بدل دیا ہے۔ اس کی مدد سے دنیا بھر میں رابطے آسان ہو گئے ہیں اور معلومات تک رسائی لمحوں کی بات بن گئی ہے۔ پہلے جہاں رابطے محدود اور مشکل تھے، اب موبائل فون کے ذریعے دنیا کے کسی بھی کونے میں بیٹھے شخص سے فوراً بات کی جا سکتی ہے۔ یہ نہ صرف ایک مواصلاتی ذریعہ بن چکا ہے بلکہ اس کے مختلف فیچرز، جیسے انٹرنیٹ، سوشل میڈیا، کیمرہ، اور ایپس نے اسے روزمرہ زندگی کا لازمی حصہ بنا دیا ہے۔

موبائل فون کے چند مثبت اثرات کا ذکر ذیل میں کیا جا رہا ہے۔

1۔ مواصلات میں انقلاب

موبائل فون نے دور دراز علاقوں میں رہنے والے افراد کو ایک دوسرے سے منسلک کر دیا ہے۔ اب ہم چند سیکنڈ میں دنیا کے کسی بھی کونے میں اپنے دوستوں اور عزیزوں سے بات کر سکتے ہیں۔ سوشل میڈیا اور چیٹنگ ایپس کے ذریعے نہ صرف رابطہ ممکن ہوا بلکہ انٹرنیٹ کے ذریعے معلومات کا تبادلہ بھی آسان ہو گیا ہے۔

2۔ تعلیم اور معلومات کا ذریعہ

موبائل فون کے ذریعے طلباء کو آن لائن کلاسز، لیکچرز اور دیگر تعلیمی مواد تک رسائی حاصل ہو چکی ہے۔اس سے نہ صرف تعلیم میں بہتری آئی ہے بلکہ لوگوں کو نئے ہنر سیکھنے کے مواقع بھی ملے ہیں۔

3۔ تفریح کا ذریعہ

موبائل فون کا ایک اور اہم استعمال تفریح کے شعبے میں ہے۔ گیمز، سوشل میڈیا، ویڈیوز اور موسیقی کے ذریعے لوگ اپنی فارغ اوقات میں لطف اندوز ہوتے ہیں۔اس کے علاوہ اسمارٹ فون کیمرہ کے ذریعے لوگ اپنی یادگار لمحات کو قید کر سکتے ہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ، اس کے بے جا استعمال سے ہماری زندگی پر اس کے منفی اثرات بھی مرتب ہو رہے ہیں، جن پر غور کرنا ضروری ہے۔ جو ہماری جسمانی، ذہنی اور سماجی زندگی پر منفی اثرات مرتب کر سکتے ہیں۔ان میں چند اہم نقصانات درج ذیل ہیں:

1. صحت کے مسائل

- آنکھوں پر دباؤ: موبائل فون کا زیادہ دیر تک استعمال آنکھوں پر دباؤ ڈالتا ہے، جس کی وجہ سے آنکھوں کی روشنی متاثر ہو سکتی ہے۔ یہ "ڈیجیٹل آئی سٹرین" نامی مسئلے کا باعث بن سکتا ہے۔
- نیند کی خرابی: سونے سے پہلے موبائل کا استعمال دماغ کو متحرک رکھتا ہے اور نیند کی خرابی کا باعث بن سکتا ہے۔ موبائل کی نیلی روشنی نیند میں مداخلت کرتی ہے۔
- گردن اور ریڑھ کی ہڈی کے مسائل: مسلسل جھک کر موبائل دیکھنے سے گردن اور ریڑھ کی ہڈی میں درد اور مسائل پیدا ہو سکتے ہیں، جسے "ٹیکسٹ نیک" کہا جاتا ہے۔

2. ذہنی مسائل

ڈپریشن اور اینزائٹ: سوشل میڈیا کے زیادہ استعمال سے لوگ خود کا موازنہ دوسروں سے کرنے لگتے ہیں، جو ڈپریشن، اضطراب اور خود اعتمادی میں کمی کا باعث بنتا ہے

لت (Addiction)

موبائل کا حد سے زیادہ استعمال خاص طور پر نوجوانوں میں ایک لت کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اس کی وجہ سے وہ روزمرہ زندگی میں اہم کاموں سے توجہ ہٹا دیتے ہیں۔

3. سماجی مسائل

- خاندانی تعلقات پر اثرات: موبائل فون کا بے جا استعمال گھر کے افراد کے درمیان گفتگو اور تعلقات کو کمزور کر سکتا ہے۔ لوگ ایک ہی جگہ بیٹھ کر بھی ایک دوسرے سے کٹ جاتے ہیں اور موبائل پر مشغول رہتے ہیں۔
- حقیقی تعلقات میں کمی: سوشل میڈیا کے بڑھتے ہوئے استعمال نے حقیقی تعلقات میں کمی پیدا کر دی ہے۔ لوگ زیادہ تر وقت آن لائن گزارتے ہیں اور حقیقی زندگی میں دوستوں اور خاندان کے ساتھ وقت گزارنا کم ہو جاتا ہے۔

4. وقت کا ضیاع

موبائل فون پر غیر ضروری ایپس، گیمز، اور سوشل میڈیا پر وقت گزارنا وقت کے ضیاع کا باعث بنتا ہے، جو پڑھائی، کام اور ذاتی ترقی پر منفی اثرات مرتب کرتا ہے۔

5. حادثات کا خطرہ

گاڑی چلاتے وقت موبائل فون کا استعمال ایک بڑی خطرناک عادت ہے، جس کی وجہ سے حادثات پیش آ سکتے ہیں۔ اسمارٹ فون پر توجہ مرکوز کرنا ڈرائیونگ کے دوران خطرناک ثابت ہوتا ہے۔

6. سائبر سیکیورٹی کے مسائل

موبائل فون کے ذریعے حساس معلومات کا لیک ہونا یا ہیکنگ کا شکار ہونا بھی ایک بڑا مسئلہ ہے۔ ذاتی معلومات کا غلط استعمال مالی نقصانات اور پرائیویسی کی خلاف ورزی کا سبب بن سکتا ہے۔

7۔ غیر مناسب مواد تک رسائی

انٹرنیٹ پر موجود غیر مناسب مواد تک بچوں کی رسائی ممکن ہو سکتی ہے، جس سے ان کی ذہنی اور اخلاقی نشوونما متاثر ہو سکتی ہے۔

- بچوں کی معصومیت کو خطرے میں ڈالنے والے سائبر کرائمز اور آن لائن دھوکہ دہی کا خطرہ بھی موجود رہتا ہے۔

8۔ تعلیمی کارکردگی پر اثرات

موبائل فون کا زیادہ استعمال، خاص طور پر سوشل میڈیا اور گیمز، بچوں کی تعلیم میں عدم توجہی کا باعث بن سکتا ہے۔ موبائل پر مشغولیت کی وجہ سے پڑھائی کا وقت ضائع ہوتا ہے اور تعلیمی کارکردگی میں کمی واقع ہو سکتی ہے۔

موبائل فون ایڈکشن کی علامات

موبائل فون ایڈکشن کی علامات کئی پہلوؤں سے ظاہر ہو سکتی ہیں، جن میں جسمانی، ذہنی، اور رویوں میں تبدیلیاں شامل ہیں۔ یہاں کچھ اہم علامات درج کی گئی ہیں جو اس بات کی نشاندہی کرتی ہیں کہ کسی فرد کو موبائل فون کی لت لگ چکی ہے:

1. موبائل کے بغیر بے چینی اور اضطراب

اگر موبائل فون ساتھ نہ ہو یا انٹرنیٹ بند ہو جائے تو فرد کو شدید اضطراب یا بے چینی محسوس ہو سکتی ہے۔ ہر وقت فون اپنے پاس رکھنے کی خواہش، چاہے وہ ضروری نہ ہو، موبائل فون کی لت کی علامت ہو سکتی ہے۔

2۔ ہمیشہ فون چیک کرنے کی عادت

بار بار غیر ضروری طور پر موبائل چیک کرنا، یہاں تک کہ کوئی نوٹیفکیشن یا کال نہ ہو، ایڈکشن کی علامت ہو سکتی ہے۔ سونے سے پہلے اور اٹھتے ہی فوراً موبائل فون کا استعمال کرنا بھی ایک نشانی ہے۔

3۔ روزمرہ کے کاموں میں رکاوٹ

موبائل فون کی وجہ سے فرد اپنے روزمرہ کے کاموں، جیسے کہ تعلیم، ملازمت، یا گھریلو ذمہ

داریوں پر توجہ نہیں دے پاتا۔

موبائل فون پر زیادہ وقت گزارنے کی وجہ سے دیگر اہم سرگرمیوں کو نظرانداز کرنا ایڈکشن کی اہم نشانی ہے۔

4۔ ترجیح بن جانا

فرد موبائل فون کو ہر چیز سے زیادہ ترجیح دیتا ہے، یہاں تک کہ جب ضروری کام کرنے ہوں یا دوستوں اور خاندان کے ساتھ وقت گزارنا ہو۔

اگر موبائل فون کے بغیر وقت گزارنا مشکل محسوس ہو تو یہ ایڈکشن کی علامت ہو سکتی ہے۔

5۔ سوشل میڈیا کے استعمال کی لت

سوشل میڈیا پر ہر وقت آن لائن رہنے کی خواہش، ہر نوٹیفکیشن یا پوسٹ کا جواب فوراً دینا، یا زیادہ تر وقت گیمز کھیلنا۔

اگر فرد بار بار سوشل میڈیا چیک کرتا ہے یا بغیر ضرورت کے گیمز کھیلنے میں مصروف رہتا ہے تو یہ لت کی نشانی ہے۔

موبائل ایڈکشن کو روکنے کے لیے مناسب حکمتِ عملی:

موبائل ایڈکشن (موبائل فون کی لت) کو روکنے کے لیے مناسب حکمت عملی اور نظم و ضبط کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہاں کچھ طریقے دیے گئے ہیں جن کے ذریعے موبائل ایڈکشن سے بچا جا سکتا ہے:

1۔ استعمال کا شیڈول بنائیں

-موبائل فون کے استعمال کے لیے ایک واضح شیڈول بنائیں جس میں آپ مختلف کاموں کے لیے وقت مقرر کریں، جیسے کہ کالز، پیغامات، سوشل میڈیا، اور دیگر ایپس کے لیے مخصوص وقت طے کریں۔ ایک روزانہ یا ہفتہ وار حد مقرر کریں تاکہ آپ موبائل فون پر زیادہ وقت ضائع نہ کریں۔

2۔ نوٹیفکیشنز کو محدود کریں

غیر ضروری نوٹیفکیشنز کو بند کریں تاکہ آپ بار بار موبائل دیکھنے کی عادت سے بچ سکیں۔ خاص طور پر سوشل میڈیا اور گیمز کی نوٹیفکیشنز کو محدود کرنا بہت ضروری ہے۔

نوٹیفکیشنز کو صرف اہم ایپس تک محدود کریں تاکہ آپ غیر ضروری رکاوٹوں سے بچ سکیں۔

3۔ موبائل کا "ڈسٹرب نہ کریں" موڈ استعمال کریں

- جب آپ کام، پڑھائی یا کسی اور ضروری سرگرمی میں مصروف ہوں تو موبائل کو "ڈسٹرب نہ کریں" (Do Not Disturb) موڈ پر رکھیں تاکہ آپ کی توجہ مرکوز رہے اور موبائل کے استعمال کی عادت کم ہو۔

4۔ موبائل فری وقت اور زون بنائیں

اپنے دن میں کچھ وقت موبائل سے دور رکھیں، جیسے کہ صبح اٹھنے کے بعد اور رات سونے سے پہلے موبائل استعمال نہ کریں۔

کچھ جگہوں کو موبائل فری زون بنائیں جیسے کہ ڈائننگ ٹیبل، بیڈروم یا مطالعے کا کمرہ تاکہ آپ کو موبائل استعمال کی عادت سے چھٹکارا مل سکے۔

5۔ متبادل سرگرمیاں اپنائیں

اپنے فارغ وقت میں جسمانی سرگرمیوں، کھیلوں، کتابوں کی پڑھائی یا دوسرے مشاغل کو اپنائیں تاکہ آپ کا دھیان موبائل سے ہٹ سکے۔

اپنے دوستوں اور خاندان کے ساتھ وقت گزاریں اور حقیقی زندگی میں سماجی میل جول کو فروغ دیں۔

6۔ موبائل ایپس کی تعداد کم کریں

موبائل سے غیر ضروری ایپس کو ڈیلیٹ کر دیں، خاص طور پر وہ ایپس جو آپ کے وقت کا زیادہ حصہ لیتی ہیں جیسے کہ گیمز اور سوشل میڈیا ایپس۔ صرف وہ ایپس رکھیں جو واقعی ضروری ہوں تاکہ موبائل کا استعمال محدود رہے۔

7۔ خود کو چیلنج کریں

خود کو چیلنج دیں کہ آپ ایک مخصوص وقت تک موبائل استعمال نہیں کریں گے۔ آپ ایک دن، ایک ہفتہ یا کسی خاص وقت کے لیے موبائل کا استعمال ترک کر سکتے ہیں تاکہ آپ کی لت کم ہو۔ کامیابی پر خود کو چھوٹے انعامات دیں تاکہ آپ کی حوصلہ افزائی ہو۔

8-پیشہ ورانہ مدد حاصل کریں

اگر موبائل فون کی لت سنگین ہو جائے اور آپ کو خود پر کنٹرول نہ رہے، تو ماہرِ نفسیات یا دیگر پیشہ ورانہ مدد حاصل کریں جو آپ کو موبائل ایڈکشن سے نجات دلانے میں مدد کر سکتے ہیں۔

موبائل فون کے استعمال کا متبادل

موبائل فون کے استعمال کو کم کرنے یا متبادل تلاش کرنے کے لیے آپ کئی مثبت اور صحت مند سرگرمیاں اختیار کر سکتے ہیں۔ یہ متبادل آپ کی جسمانی، ذہنی اور سماجی زندگی کو بہتر بنانے میں مددگار ثابت ہو سکتے ہیں۔ یہاں کچھ اہم متبادل درج کیے گئے ہیں:

1- کتب کا مطالعہ

کتب کا مطالعہ موبائل فون کے متبادل کے طور پر ایک بہترین عادت ہو سکتی ہے۔ یہ نہ صرف آپ کی معلومات میں اضافہ کرتا ہے بلکہ ذہنی سکون اور تفریح بھی فراہم کرتا ہے۔ مختلف موضوعات پر کتابیں، ناول، کہانیاں یا معلوماتی مواد پڑھنا ایک مفید اور علمی سرگرمی ہے۔

2۔ جسمانی سرگرمیاں اور ورزش

ورزش یا کوئی جسمانی سرگرمی جیسے چہل قدمی، جاگنگ، یوگا یا کسی کھیل میں حصہ لینا آپ کی صحت کے لیے مفید ثابت ہو سکتا ہے۔ جسمانی کھیل جیسے فٹ بال، کرکٹ، بیڈمنٹن وغیرہ نہ صرف جسمانی طور پر فائدہ مند ہوتے ہیں بلکہ سماجی میل جول کا ذریعہ بھی بنتے ہیں۔

3۔ فیملی ٹائم

اپنے خاندان اور دوستوں کے ساتھ زیادہ وقت گزارنا ایک اہم متبادل ہے۔ آپ گھر والوں کے ساتھ بات چیت کر سکتے ہیں، گروپ سرگرمیوں میں حصہ لے سکتے ہیں، یا باہر کھانے پر جا سکتے ہیں۔
خاندانی کھیل جیسے بورڈ گیمز یا گھر میں مل کر کوئی منصوبہ بندی کرنا تعلقات کو مضبوط کرنے میں مدد دیتا ہے۔

4۔ تخلیقی مشاغل

آرٹس اور کرافٹس جیسے پینٹنگ، ڈرائنگ، خطاطی یا کوئی اور تخلیقی سرگرمی موبائل کے وقت کو

تخلیقی کام میں بدل سکتی ہے۔
اگر آپ کو لکھنے کا شوق ہے تو ڈائری لکھنا یا کوئی بلاگ شروع کرنا بھی ایک مثبت متبادل ہے۔

5۔ موسیقی اور فنون

موسیقی سننا، گانا، یا کوئی موسیقی کا آلہ سیکھنا آپ کی ذہنی سکون اور تخلیقی صلاحیتوں کو بہتر بنا سکتا ہے۔
تھیٹر، ڈرامے، یا کوئی دوسرا فنون لطیفہ سیکھنا بھی موبائل کے متبادل کے طور پر اختیار کیا جا سکتا ہے۔

6۔ سیر و تفریح

اپنے علاقے کے پارکس، تاریخی مقامات یا فطری مناظر کی سیر کرنا نہ صرف جسمانی بلکہ ذہنی طور پر بھی سکون فراہم کرتا ہے۔
قدرتی ماحول میں وقت گزارنا، جیسے کہ پہاڑوں کی سیر یا ساحل پر جانا، موبائل سے دوری کا بہترین ذریعہ ہو سکتا ہے۔

7۔ سماجی اور کمیونٹی سرگرمیاں

رضاکارانہ خدمات یا کمیونٹی کے کاموں میں حصہ لینا، جیسے کہ فلاحی تنظیموں یا تعلیمی اداروں میں مدد دینا، آپ کی توجہ موبائل سے ہٹا سکتا ہے۔
سماجی کاموں میں حصہ لے کر آپ دوسروں کے لیے مفید بن سکتے ہیں اور اپنی سماجی زندگی کو بہتر بنا سکتے ہیں۔

8۔ ذہنی سکون اور مراقبہ

مراقبہ یا ذہنی سکون کی مشقیں (Meditation) آپ کو ذہنی سکون فراہم کر سکتی ہیں اور موبائل کی عادت سے نجات دلانے میں مدد کرتی ہیں۔
یوگا یا سانس لینے کی مشقیں (Breathing exercises) بھی ذہنی دباؤ کم کرنے میں مؤثر ثابت ہو سکتی ہیں۔

9۔ نئے ہنر سیکھنا

کوئی نیا ہنر سیکھنا، جیسے کہ نئی زبان، کھانا پکانے کی ترکیبیں، یا کوئی آن لائن کورس، آپ کی زندگی

کو مزید بامقصد اور تخلیقی بنا سکتا ہے۔
آپ اپنے فارغ وقت کو کسی عملی ہنر جیسے فوٹو گرافی، ڈیزائننگ یا باغبانی میں لگا سکتے ہیں۔

10۔ جسمانی صحت برقرار رکھنے والے کھیل کھیلنا

موبائل پر گیمز کھیلنے کی بجائے دوستوں کے ساتھ باہر کھیلنا، جیسے کہ باسکٹ بال، فٹ بال، یا کرکٹ، نہ صرف جسمانی صحت بلکہ آپس کے تعلقات کو بھی مضبوط بناتا ہے۔

موبائل فون کا متبادل تلاش کرنا ضروری ہے تاکہ آپ اپنی زندگی کو مزید متوازن، صحت مند اور بامقصد بنا سکیں۔ مطالعہ، جسمانی سرگرمیاں، سماجی میل جول اور تخلیقی مشاغل موبائل کی لت سے نجات دلانے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں اور زندگی میں خوشی اور سکون کا باعث بنتے ہیں۔ نوجوان نسل کو چاہیے کہ موبائل سکرین کا استعمال کم سے کم کر کے اپنی توانائیاں کو ترقی اور خوشحالی میں صرف کریں۔ تاکہ ہمارا ملک دنیا کی ترقی یافتہ قوموں کی صف اول میں شامل ہو سکے۔

الفیوضات المحمدیہ
(شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری)

(اَلْحَمِیْدُ ۔۔۔۔۔لائقِ تعریف، اچھی خوبیوں والا)

فحش گوئی سے نجات ودرشتگی عادات کے لئے وظیفہ: یَاحَمِیْدُ

فوائد وتاثیرات

اس وظیفہ کی کثرت سے اقوال وافعال کی اصلاح اور اخلاقِ حمیدہ پیدا ہوتے ہیں اور فحش گوئی وبدزبانی سے نجات ملتی ہے۔

عام معمول

اوّل وآخر **11,11** مرتبہ درود شریف پڑھ کر اس کا ورد سو (**100**) مرتبہ روزانہ کریں۔

اس وظیفہ کو حسب ضرورت **11** دن، **40** دن یا اس سے بھی زیادہ عرصہ کے لئے جاری رکھ سکتے ہیں۔

(اَلْمُحْصِیُ۔۔۔ کائنات کی ہر شے کا شمار کرنے والا)

عذابِ قبر سے نجات اور صدق لسانی کے حصول کے لئے وظیفہ: یَامُحْصِیُ

فوائد و تاثیرات

شبِ جمعہ کو اس کا ایک ہزار (**1000**) مرتبہ ورد کرنے سے عذاب قبر سے نجات ملتی ہے۔

اس پر مداومت سے صدق لسانی کی نعمت نصیب ہو جاتی ہے۔ اگر اسم المحیط ملا کر یَا مُحْصِیُ یَا مُحِیْطُ پڑھا جائے تو علم میں اضافہ ہوتا ہے۔

عام معمول

اوّل وآخر **11,11** مرتبہ درود شریف پڑھ کر اس کا ورد سو (**100**) مرتبہ روزانہ کریں۔

اس وظیفہ کو حسب ضرورت **11** دن، **40** دن یا اس سے بھی زیادہ عرصہ کے لئے جاری رکھ سکتے ہیں۔

(اَلْمُعِیْدُ ۔۔۔۔۔ دوبارہ پیدا کرنے والا)

گمشدہ کی صحیح وسلامت بازیابی کے لئے وظیفہ: یَامُعِیْدُ

فوائد وتاثیرات

اس وظیفہ کے پڑھنے سے پریشانی دور ہو جاتی ہے۔ اگر اس کے ساتھ المبدئ ملا کر یَا مُبْدِئُ یَا مُعِیْدُ پڑھا جائے تو بھولی ہوئی چیز یاد آجاتی ہے اور مخفی امور اس پر ظاہر ہو جاتے ہیں۔

اگر کوئی گھر سے غائب ہو جائے تو اس وظیفہ کو سات دن متواتر ۷۰ مرتبہ روزانہ گھر کے چاروں طرف پڑھتے رہنے سے غائب ہونے والا صحیح سلامت واپس آجائے گا یا اس کی اطلاع مل جائے گی، اسی طرح گمشدہ چیز بھی مل جاتی ہے۔

عام معمول

اوّل و آخر **11,11** مرتبہ درود شریف پڑھ کر اس کا ورد سو (**100**) مرتبہ روزانہ کریں۔

اس وظیفہ کو حسب ضرورت **11** دن، **40** دن یا اس سے بھی زیادہ عرصہ کے لئے جاری رکھ سکتے ہیں۔

The Al-Rushd Camp

A GATHERING OF SPIRITUALITY GUIDANCE AND REVIVAL

Report: Mrs. Jawaria Waheed

The Al-Rushd Camp, organized by Minhaj-ul-Quran Women League France, was an inspiring and spiritually uplifting retreat graced by the presence of Dr Ghazala Qadri, President of Minhaj-ul-Quran Women League International. Addressing the camp, Dr Ghazala delivered thought-provoking lectures on the significance of self-reformation, the importance of collectivity, and the revival of Islamic teachings.

Day1:

Lecture on MQI's Objectives and Ideology

The Al-Rushd Camp began with an inspiring lecture by Dr Ghazala Qadri, President of Minhaj-ul-Quran Women League International. She congratulated MWL and MSL France for organizing the camp and explained the meaning of Al-Rushd—guidance and righteousness. Dr Ghazala highlighted that while Allah sent Prophets for guidance, after

the Holy Prophet (peace and blessings be upon him), Allah now entrusts blessed individuals to continue this mission of guidance in a world full of fitna.

Dr Ghazala highlighted that seeking righteous companions is part of our fitra (natural disposition). Drawing from the Quran, she emphasized the significance of having good companions (rafeeq). She referenced Surah Al-Isra (17:71), where Allah mentions that on the Day of Judgement, every group will be called with their leader. This, she said, underscores the importance of choosing good company and being part of a righteous community.

Dr Ghazala outlined MQI's primary mission as one of awakening minds and hearts to reform themselves and others (islah). She explained that MQI also works for the Tajdeed (revival) of Deen, adapting Islamic morals and teachings to address contemporary challenges.

She emphasized that just as Allah sends a Mujaddid in every era, MQI, under the leadership of Shaykh-ul-Islam Dr Muhammad Tahir-ul-Qadri, strives to revive and renew Islamic teachings in a structured and organized way. MQI's objectives, she said, are firmly rooted in the Quran and aim to strengthen our connection with Allah Almighty, the Holy Prophet (peace be upon him), and the Holy Quran.

Dr Ghazala noted that many women mistakenly believe they are exempt from dawah due to their household duties or careers. However, she referenced Surah At-Tawbah (9:71), which states that men and women are equally obligated to enjoin good and forbid evil. She also warned of the consequences of neglecting this duty, citing Surah Al-Ma'idah (5:79), which mentions Allah's curse upon those who fail to stop others from wrongdoing. She concluded with a reminder from Surah Al-A'raf (7:165), which states that only those who engage in islah will be saved.

Dr Ghazala's lecture served as a powerful call to action and reminded participants of the shared responsibility to reform themselves and their communities, awaken minds, and work towards the revival of Islamic teachings in today's world.

Day2:

Lecture on the Importance of Collectivity and Jama'ah

In her second lecture at the Al-Rushd Camp, Dr Ghazala Qadri delved into the vital role of collectivity (jama'ah) in Islam. She began by explaining that being part of a jama'ah

is not optional—it is an obligation. Using the metaphor of bricks in a building, she highlighted how a collective structure provides strength and protection, particularly in a world where collective challenges and attacks are widespread.

Dr Ghazala emphasized that being part of an organization provides direction, guidance, and motivation. It facilitates planning and helps individuals work towards a greater purpose. For this, it is crucial to follow a leader who possesses the knowledge of the Holy Prophet (peace and blessings be upon him) and can guide the Ummah accordingly. Reflecting on Surah Al-Isra (17:71), she reminded that on the Day of Judgement, every group will be raised with their leader, urging them to carefully consider who their leaders are.

She explained that Minhaj-ul-Quran International is an organization of tajdeed-e-deen (revival of the religion). Dr Muhammad Tahir-ul-Qadri, as the reviver of the century, diagnoses the challenges faced by the Muslim Ummah and provides solutions in the light of the Quran and Sunnah. Shaykh-ul-Islam is a visionary leader who has replaced ignorance with knowledge, narrow-mindedness with openness, and hatred with love.

Dr Ghazala concluded by encouraging everyone not only to attend MQI's gatherings and become members but also to actively join the organizational structure (tanzeemat) and work for the mission. She stressed that it is through active participation that the revival of Deen can truly take place.

Question and Answer Session

The camp concluded with an engaging Q&A session, where Dr Ghazala addressed participants' questions with practical guidance. She emphasized the need for self-reformation, active involvement in dawah work, and the importance of being part of a collective effort.

Dr Ghazala Qadri's impactful sessions at the Al-Rushd Camp offered an understanding of the importance of self-reformation and collective responsibility. It motivated the sisters to strengthen their connection with Allah Almighty, contribute to MQI's global efforts, and play their part in the revival of Islamic teachings.

France | Al-Rushd Camp 2024 | Dr Ghazala Qadri's Lecture on MQI's Objectives & Ideology

France | Al-Rushd Camp 2024 | Dr Ghazala Qadri's Concluded the day with a Q & A Session

Monthly
DUKHTARAN-E-ISLAM
JAN-2025
LAHORE
Regd CPL No.45

MINHAJ-UL-QURAN WOMEN LEAGUE

MinhajSisMWL

عزمِ آہن، جہدِ مسلسل عملِ پیہم

اور

منہاج القرآن ویمن لیگ

کے 37 سال